ایک لاہوری احمدی دوست کا خط اور اس کا جواب

تالیف: پیام شاہجہانپوری

تاریخ و تحقیق - لاہور

مسیحؑ کی بِن باپ پیدائش

ایک لاہوری احمدی دوست کا خط اور اس کا جواب

تالیف :- پیام شاہجہانپوری

ملنے کا پتہ
ادارۂ تاریخ و تحقیق این/۲۱ عوامی فلیٹس ریواز گارڈن
لاہور (۵۴۰۰۰)

مسیحؑ کی بِن باپ پیدائش

ایک لاہوری احمدی دوست کا خط اور اس کا جواب

تالیف :۔ پیام شاہجہانپوری

ملنے کا پتہ

ادارہ تاریخ و تحقیق این /۲۱ عوامی فلیٹس ریواز گارڈن

لاہور (۵۴۰۰۰)

نام کتاب	:	مسیحؑ کی بن باپ پیدائش
مصنف	:	پیام شاہجہان پوری
کمپوزنگ	:	احمد گرافکس
		فرسٹ فلور' اقراء سینٹر' اردو بازار لاہور فون 7351121
ناشر و پرنٹر	:	محمد محسن
مطبع	:	لاہور آرٹ پریس 15 نیو انار کلی لاہور
بار اول	:	جنوری 1995ء
تقسیم کار	:	رضی الدین خاں

قیمت: 00—40 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ تاریخ و تحقیق

این/21 عوامی فلیٹس ریواز گارڈن لاہور 54000

فون نمبر 7322313

پبلشر : لاہور آرٹ پریس

15- نیو انار کلی' لاہور

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر

مسیحؑ کی پیدائش
میڈیکل سائنس کی رو سے

عنوان	صفحہ نمبر

اقبال اور قبرِ مسیحؑ

جنابِ مرزا صاحب کا مسلک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پس منظر

ایک محترم نے کہ اسم شریف جن کا راجہ محمد بیدار (صاحب) ہے اس فقیر کو ایک خط ارسال فرمایا ہے۔ اس خط میں انہوں نے میری کتاب "مسیحؑ کی ہندی انجیل" کی تعریف فرمائی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس امر پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں یہ کیوں لکھا کہ مہاتما بدھ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی تھی۔ صاحبِ موصوف نے اپنے موقف کے حق میں قرآن، حدیث، انجیل اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا سے حوالے دے کر ثابت کرنا چاہا ہے کہ نہ مہاتما بدھ بغیر باپ پیدا ہوئے نہ جنابِ مسیحؑ اور نہ کوئی اور بغیر باپ کے پیدا ہوا، وہ اسے قانون قدرت کے خلاف قرار دیتے ہوئے مجھے دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ میں اپنے موقف پر نظر ثانی کروں اور اس سے دست بردار ہو کر ان کا ہم خیال ہو جاؤں۔ آئندہ صفحات میں ان کا خط درج کیا جا رہا ہے۔ اس میں سے صرف وہ حصہ حذف کر دیا گیا ہے جس میں میری کتاب کی بہت زیادہ اور تفصیل سے تعریف کی گئی ہے جس کے لئے میں ان سے معذرت خواہ ہوں اور ان کا ممنون بھی ہوں کہ انہوں نے میری قدر دانی فرمائی۔ ان کے خط کا مطالعہ فرمانے کے بعد قارئینِ کرام میری معروضات ملاحظہ فرمائیں گے۔ موصوف کے خط میں جو ذیلی عنوانات ہیں وہ خود میں نے قائم کئے ہیں یہ ان کے اصل خط میں نہیں ہیں۔

یہاں اس امر کی وضاحت نہایت ضروری ہے کہ فاضل مکتوب نگار احمدی ہیں اور فرقہ احمدیہ کی اس شاخ سے تعلق رکھتے ہیں جس کے بانی و امیرِ اول مولوی محمد علی صاحب تھے جن کا شمار بانی جماعت احمدیہ جنابِ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مریدوں میں ہوتا ہے

اس لحاظ سے مکتوب نگار جناب مرزا صاحب کے عقائد و نظریات کے پابند ہیں۔ میری ناچیز رائے میں متنازعہ امور پر گفتگو کرنے اور انہیں حل کرنے کا زرّیں اصول اور فیصلہ کن طریق یہ ہے کہ معترض جس مسلک سے تعلق رکھتا ہے اسی مسلک کی کتابوں سے دلائل پیش کئے جائیں تاکہ اس کے لئے قابلِ قبول ہوں اور سند و حجت ثابت ہوں۔ مکتوب نگار چونکہ قرآنِ شریف، ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشادات اور انجیلِ مقدس کے بعد جنابِ مرزا صاحب کو اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں اس لئے میں نے ان کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے جنابِ مرزا صاحب کی کتب سے بھی استدلال کیا ہے جو ان کے لئے سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ آخر میں ایک نہایت ضروری بات عرض کر دوں کہ میں ہمیشہ سے اس اصول پر کاربند ہوں کہ تحریر ہو یا گفتگو، کسی بھی فرد یا جماعت کو ان ناموں اور القاب سے نہ پکارو جو وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ میرا مذہب مجھے یہی تعلیم دیتا ہے۔ آج پاکستان میں فرقہ واریت کے جس زہر نے ساری فضا کو مسموم بنا رکھا ہے اور معاشرے کا امن و سکون تباہ ہو رہا ہے، خاندان کے خاندان بے چراغ ہوتے چلے جا رہے ہیں اس کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ ہمیں اپنی زبان پر قابو نہیں رہا، مذہبی و سیاسی مباحث میں ہم اخلاق و تہذیب کے سارے چراغ گل کر دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کو ناشائستہ طریقے سے مخاطب کرتے ہیں نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ ابھی تو آغاز ہے، انجام کے تصور سے بھی جسم بلکہ روح تک پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ بہرحال میرے مسلک میں کسی کی دل آزاری کرنا گناہِ عظیم ہے۔ یہ اسلامی تعلیم کے صریحاً خلاف ہے اس لئے میں نے اپنی معروضات میں اس اسلامی اصول کی سختی سے پابندی کی ہے۔

جہاں تک کتاب کے مندرجات کا تعلق ہے، طرزِ استدلال کا سوال ہے اس پر کچھ کہنا مجھے زیب نہیں دیتا اس کا فیصلہ قارئینِ کرام بہتر طور پر کریں گے اور یہ انہی کا حق ہے کہ میں اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ خدا کرے میری یہ ناچیز کوشش بار آور اور نافع للناس ہو، آمین۔

پیام شاہجہان پوری

یوم چہار شنبہ ۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

۳۱ اگست ۱۹۹۴ء

این/۲۱ عوامی فلیٹس ریواز گارڈن لاہور ۵۴۰۰۰

(فون نمبر۔ ۷۳۲۲۳۱۳)

ایک لاہوری احمدی دوست کا خط

مکرمی و محترمی جناب پیام شاہجہان پوری صاحب السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

آپ کے ساتھ غائبانہ تعارف ایک لمبی مدت سے ہے اور اس کا ذریعہ (پندرہ روزہ) "تقاضے" لاہور ہے۔ میں نے ایک دوست کو (تقاضے کا) "فرعون نمبر" دیا، پھر مجھے نہیں ملا۔ بہرحال آپ کی شخصیت کی میں بڑی قدر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو کسرِ صلیب کے زیادہ سے زیادہ مواقع عطا فرمائے۔

(آپ کی تصنیف) "مسیح کی ہندی انجیل" پڑھ کر بے حد محظوظ ہوا ہوں اور کتاب ہذا کی تماثیل کی قرآنی آیات سے مماثلت نے کتاب "مسیح" کی ہندی انجیل" کی عظمت کو دوبالا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔

اس کے علاوہ بدھ اور مسیح" کی تعلیم میں مماثلت کے علاوہ ان کی پیدائش کی مماثلت (بھی) ثابت کر دی گویا یک نہ شد دو شد والا معاملہ ہو گیا۔ جنابِ من! میں تو پڑھ کر حیران رہ گیا کیونکہ ۳۸-۱۹۳۷ء میں جب چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا (تب) تاریخ ہندوستان میں پڑھا تھا کہ کپل وستو کے راجہ Suddhodana (۱) کے ہاں گوتم بدھ پیدا ہوئے (۱) دی انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا سیکنڈ ایڈیشن صفحہ ۳۷۷، جلد ۴) مگر آپ نے بغیر باپ کے لکھ دیا ہے۔

میرے حیران ہونے کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ آپ جیسے صاحبِ علم جو ایک لمبے عرصے سے کسرِ صلیب میں مصروف ہیں قرآن کریم کی واضح تعلیمات کو کیسے نظرانداز کر گئے ہیں اور یہ آیت آپ کی نظرِ تعمق سے کیسے رہ گئی کہ **بدیع السمٰوٰت والارض** (آسمان و زمین کا عجیب پیدا کرنے والا) **انی یکون له ولد و لم تکن له صاحبة** ط الانعام ۱۰۲/۶۔ اس کا بیٹا کیسے ہو جبکہ اس کی جورو نہیں۔ کتنا صاف اور واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ خدا کا بیٹا

بھی اہلیہ کے بغیر ہونا ممکن نہیں۔ لہٰذا بدھ کو رہنے دیں اس کا باپ تو کپل وستو کا راجہ تھا۔ کوئی بھی بغیر ماں باپ کے کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ بن باپ کی پیدائش کا مفروضہ قانون خداوندی کے خلاف ہے۔ ولن تجدلسنة اللّٰہ تبدیلا اور خدا کی سنت (قانون) میں کبھی تبدیلی نہ پائے گا"

انجیل کی رو سے مسیحؑ کا باپ تھا

آپ کی توجہ متی اور لوقا کی انجیل کی طرف متوجہ کرانا چاہتا ہوں' جہاں ان دونوں اناجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کا نسب نامہ دیا ہوا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یوسف حضرت مسیحؑ کے باپ نہ تھے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے باپ کا نسب نامہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی اور اس میں یہ لکھا ہے جو واضح کرتا ہے کہ مسیحؑ کا باپ تھا وہ عبارت یہ ہے کہ "یہ اس عورت کا خاوند ہے جس سے یسوع پیدا ہوا" (متی) جب خاوند موجود ہے تو بن باپ کیسے ہو گیا۔ لوقا کی انجیل میں یوسف کا نسب نامہ شروع کر کے آدم پر ختم کر دیا اور آدم کی نسبت لکھا ہے کہ وہ خدا کا (بیٹا) تھا اور صاف لکھا ہے کہ یسوع یوسف کا بیٹا تھا باب نمبر ۳ آیت ۲۲۔ ایک اور صاحب نے قبلائی خاں کی پیدائش بھی بلا باپ لکھ دی۔ یہ سب قرآنی تعلیم کے خلاف باتیں ہیں نہ تو قبلائی خاں نہ ہی بدھ اور عیسیٰؑ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے بلکہ کسی کو بغیر باپ کہنا ایک خطرناک گالی ہے۔ آج اگر کوئی عورت کورٹ میں قسم کھا کر بھی کہے کہ میں بغیر مرد کے چھونے کے حاملہ ہو گئی ہوں۔ کیا عدالت مان لے گی یا آپ خود مان لیں گے۔

حدیث کی رو سے مسیحؑ کا باپ تھا

مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ نجران کا وفد مدینہ آتا ہے اور نبی کریم ﷺ سے سوال کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے سوال کے جواب میں حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ **ان عیسی حملته امه کما تحمل المراۃ ثم وضعته کما تضع المراۃ** (روح المعانی جلد نمبر ۳ صفحہ ۷۵) یعنی عیسیٰؑ کو اس کی ماں نے حمل میں لیا جس طرح عورتیں حمل میں لیتی ہیں پھر اسے جنا جس طرح عورتیں بچہ جنتی ہیں۔

آپ اس عبارت پر غور کریں کیا رسول کریم ﷺ نے بن باپ پیدا ہونے کی ذرا بھی گنجائش چھوڑی ہے؟ ہم اللہ تعالیٰ کی سنت اور محمد ﷺ (فدا ابی و امی) کے ارشاد کو کیسے

چھوڑ دیں۔ یہ مسئلہ دراصل یوں پیدا ہوا کہ حضرت مریمؑ کو ہیکل کیلئے وقف کر دیا گیا تھا اور ہیکل میں رہتے ہوئے جوں جوں بڑھتی گئیں وہ اس کے پجاریوں کی بدکرداریوں سے واقف ہوتی گئیں۔ جب جوان ہو گئیں تو ان کے گندے حالات سے پورے طور پر واقف ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اس وجہ سے ہیکل کے قانون کے خلاف بغاوت کر کے یوسف نجار سے شادی کر لی جسے مذہبی رہنماؤں نے غیر قانونی قرار دیدیا کہ ہیکل کے رسم و رواج کے مطابق ان کی شادی ہیکل کے کسی فرد سے ہو سکتی تھی اس لئے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش (کو) غیر قانونی شادی ہونے کی وجہ سے ناجائز پیدائش قرار دیدیا۔

اس کے برعکس قرآن کریم نے کمال عظمت کے ساتھ حضرت مریمؑ کی بریت کی اور دلائل دئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب بھی آپ نے پڑھا ہو گا جسے اللہ تعالیٰ نے سورۂ مریم میں بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں **قال انی عبداللہ اتنی الکتاب و جعلنی نبیا**" (سورۂ مریم آیت ۳۰) یعنی عیسیٰ نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت عیسیٰ جوان تھے اور نبوت بھی آپؑ کو عطا ہو چکی تھی لیکن پرانے بزرگوں کے سامنے وہ بچہ تھے اس لئے انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے سامنے کل کا بچہ ہے ہم اس سے کیا بات کریں۔ اس سے پہلے آیت نمبر ۲۹ میں "کان" کے لفظ کا استعمال واضح کرتا ہے کہ کلام کرنے والا بچپن کی حدود سے کبھی کا نکل چکا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ **وجعلنی مبارکا" این ماکنت و اوصنی بالصلوٰۃ و الزکوٰۃ مادمت حیا**" ○(۳۱/۱۹) یہ کلام زمانہ نبوت کا کلام ہے اور اس کی ایک ایک بات اعلیٰ درجے کی حکمت پر مبنی ہے۔ اپنی عبودیت کا اعلان ہے اور ساتھ ہی اپنے نبی ہونے کا ذکر ہے یعنی جس طرح مجھ سے پہلے نبی ہوتے تھے میں بھی اسی طرح کا نبی ہوں اور ساتھ ہی اپنی نبوت کی دلیل میں فرمایا کہ مجھے بابرکت بنایا گیا ہے۔ میں جہاں بھی جاؤں میرا پیغامِ حق قبولیت حاصل کرتا رہے گا اور دوسری دلیل یہ دی کہ میں نیکی پر عمل پیرا ہوں اور اس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔

قرآن کی رو سے مسیحؑ کا باپ تھا

اگر آپ یہ کہیں کہ ابنِ مریم کیوں کہا تو "ابنِ ماجہ" کی پیدائش کو بھی غیر فطری اصول کے تحت بغیر باپ کے مان لیا جائے۔ لیجئے دو تین آیات پیش خدمت ہیں جن میں انبیاء کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ان کے باپوں کا اور ان کی ذریت کا بھی اور ان میں عیسیٰ بھی

شامل ہیں اور وہاں یہ نہیں فرمایا کہ سوائے عیسیٰ کے باقی نبیوں کے باپ دادوں میں سے۔
ترجمہ:۔ "ہم نے اس کو اسحٰق" اور یعقوب" دیئے اور ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور نوح" کو ہم نے پہلے سے ہدایت دی اور اس کی نسل سے داؤد" اور سلیمان" یوسف" اور موسیٰ" اور ہارون کو (ہدایت دی) اور اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں (۶/ ۸۴ الانعام) اور زکریا" اور یحییٰ" عیسیٰ" والیاس کو (یہ) سب صالحین میں سے تھے (۶/ ۸۵) اور اسماعیل اور الیسع اور یونس" اور لوط" اور (ان) سب کو ہم نے قوموں پر فضیلت دی (۶/ ۸۶) اور ان کے باپ دادوں میں سے ان کی نسل سے اور ان کے بھائیوں سے ہم نے ان کو برگزیدہ کیا۔"

ان چار آیات میں سترہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر نام لے کر فرمایا ہے اور ساتھ ہی فرمایا ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی نسل سے اور ان کے بھائیوں سے ہم نے ان کو برگزیدہ کیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ" کا باپ دادا بھی شامل ہیں اگر ان کا باپ دادا نہ ہوتا تو یقیناً ان کا علیحدہ ذکر کیا جاتا یا "الا عیسیٰ" فرما دیتے تو آیت صاف ہو جاتی لیکن یہاں صاف طور پر اس کے باپ دادا کو بھی شامل کر کے واضح کر دیا کہ یقیناً اس (حضرت عیسیٰ") کا باپ دادا بھی صالحین میں سے تھے۔

قانون قدرت کے خلاف پیدائش

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا فہم دیا ہے آپ ان آیات پر غور کریں اور قرآن کریم کی اس سلسلے میں دیگر آیات پر بھی غور کریں اللہ تعالیٰ ضرور آپ پر حقیقت کھول دے گا۔ عقلی لحاظ سے بھی جو قانون اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں (ان سے بھی) یہی واضح ہوتا ہے کہ بغیر منفی اور مثبت کے ملاپ سے بچہ پیدا ہونا ممکن نہیں ہے یہاں تک کہ بجلی کے مثبت اور منفی تار جب ملتے ہیں تو ہی روشنی کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کی پیدائش کو یقینی بنانے کے لئے حضرت بدھ کے والد کا بھی انکار کر دیا ہے جو میرے لئے قابل حیرت ہے۔ مزید کچھ عرض کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور امید ہے آپ اس سلسلے کی قرآنی آیات پر ضرور غور فرمائیں گے۔ اگر (پندرہ روزہ) "تقاضے" کا "فرعون نمبر" شائع فرمائیں تو بذریعہ ناصر احمد صاحب (ایڈیٹر دی "لائٹ") عطا فرمائیں۔ والسلام

راجہ محمد بیدار

۵۔ عثمان بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور پوسٹ کوڈ ۵۴۶۰۰)

مسیحؑ کی پیدائش انجیلِ مقدس کی رُو سے

فاضل مکتوب نگار (راجہ محمد بیدار صاحب) نے حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش کے نظریے کو غلط ثابت کرنے کے لیے اپنے خط میں جو دلائل دیئے ہیں اور جو نکات اٹھائے ہیں اب ہم ان میں سے ایک ایک نکتے پر بحث و گفتگو کرتے ہیں۔ فاضل مکتوب نگار لکھتے ہیں کہ:

"آپ کی توجہ متی اور لوقا کی انجیلوں کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مسیحؑ کا باپ تھا۔ وہ عبارت یہ ہے:

"یہ اس عورت کا خاوند ہے جس سے یسوع پیدا ہوا" (متی)

جب خاوند ہے تو بن باپ کیسے پیدا ہو گیا؟"

مریمؑ رخصتی سے قبل ہی حاملہ ہو گئی تھیں

فاضل مکتوب نگار کو غلط فہمی ہوئی انہوں نے لفظ "خاوند" سے دھوکا کھا کر یوسف نجار کو حضرت مسیحؑ کا باپ بنا دیا حالانکہ انجیل جو کچھ کہہ رہی ہے اس کا صاف اور واضح مفہوم یہ ہے کہ یوسف (نجار) اس مریم کا شوہر تھا جس مریم کے بطن سے یسوع پیدا ہوا۔ اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ یوسف مسیحؑ کا باپ بھی تھا۔ اس سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مریم نے یوسف سے نکاح کر لیا تھا اور وہ ان کے شوہر تھے آگے چل کر "متی" کی اسی انجیل میں اس امر کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ یوسفؑ مریم کے شوہر ضرور تھے مگر مسیحؑ کے باپ ہرگز نہیں تھے ملاحظہ ہو:

"اب یسوع کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھے ہونے (یعنی رخصتانے) سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی ○ پس اس کے شوہر نے جو راستباز تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا اسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا ○ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد! اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے ○ اس کے بیٹا ہو گا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا" (متی کی انجیل باب نمبرا آیت ۱۸ تا ۲۱)

اگلی آیت میں حضرت مسیحؑ کے بن باپ پیدا ہونے کے واقعے کی مزید تائید کر دی گئی اور سابقہ کتب سماوی کی رو سے اسے اللہ تعالیٰ کی بشارت قرار دیا گیا چنانچہ لکھا ہے کہ: "یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ:۔

"دیکھو ایک کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا جنے گی ○ پس یوسف نے نیند سے جاگ کر ویسا ہی کیا جیسا خدا کے فرشتے نے اسے حکم دیا تھا اور اپنی بیوی کو اپنے ہاں لے آیا اور اس کو نہ جانا (یعنی اس کے قریب نہ گیا۔ ناقل) جب تک اس کے بیٹا نہ ہوا اور اس کا نام یسوع رکھا"۔ (متی باب نمبرا آیت نمبر ۲۲ تا ۲۵)

اگر فاضل مکتوب نگار انجیل کو سند تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اسی سے سند پیش کی ہے کہ "یوسف اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا" تو انہیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہی انجیل کہتی ہے کہ حضرت مریمؑ کا یوسف (نجار) سے نکاح ضرور ہوا تھا مگر حضرت مریمؑ رخصتی سے پہلے ہی حاملہ ہو گئی تھیں اور یہ حمل روح القدس کی برکت سے تھا اس میں کسی انسان کا دخل نہ تھا۔

لوقا کی تصدیق کہ مریمؑ کنوارپن میں حاملہ ہوئیں

فاضل مکتوب نگار نے لوقا کی انجیل کا بھی حوالہ دیا ہے۔ آیئے دیکھیں جناب لوقا اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آیا حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو بن باپ قرار دیتے ہیں یا جناب یوسف نجار کی شرکت کا نتیجہ جیسا کہ مکتوب نگار کا دعویٰ ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

"جبرئیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا ایک

کنواری کے پاس بھیجا گیا ○ جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نام سے ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا ○ فرشتے نے اس کے پاس اندر آ کر کہا سلام تجھ کو جس پر فضل ہوا ہے! خداوند تیرے ساتھ ہے ○ وہ اس کلام سے گھبرا گئی کہ یہ کیسا سلام ہے ○ فرشتے نے اس سے کہا کہ اے مریم خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے اور دیکھ تو حاملہ ہو گی اور تیرے بیٹا ہو گا اس کا نام یسوع رکھنا ○ وہ بزرگ ہو گا..... مریم نے فرشتے سے کہا یہ کیوں کر ہو گا جبکہ میں مرد کو نہیں جانتی؟ ○ اور فرشتے نے جواب میں اس سے کہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہو گا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی .... (لوقا باب ۱ آیت ۲ تا ۳۵)

فاضل مکتوب نگار نے یوسف نجار کو حضرت مسیحؑ کا باپ ثابت کرنے کے لئے لوقا کی انجیل کا سہارا لیا ہے۔ جناب لوقا کی انجیل کا مندرجہ بالا اقتباس شروع سے آخر تک دیکھ جائیے۔ اسے بار بار پڑھئے اور دیکھئے کہیں اشارۃً بھی اس میں جناب یوسف کو حضرت مسیحؑ کا باپ نہیں کہا گیا۔ اور آگے چلئے اسی لوقا کی انجیل میں بیان کیا گیا ہے کہ انہی دنوں قیصر روم کی طرف سے حکم عام جاری ہوا کہ سارے ملک میں مردم شماری کی جائے اور ہر شہر میں لوگ اپنے نام لکھوائیں چنانچہ فلسطین کے لوگ بھی گرد و نواح سے اپنے اپنے (مرکزی) شہروں میں اپنے نام درج کرانے کی غرض سے گئے۔ لوقا صاحب لکھتے ہیں کہ:

> "پس یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرہ سے داؤد کے شہر "بیت لحم" کو گیا جو یہودیہ میں ہے .... تاکہ اپنی منگیتر کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوائے" (لوقا باب نمبر ۲ نمبر ۴، ۵)

آپ نے دیکھا لوقا کی انجیل میں حضرت مریمؑ کو یوسف نجار کی منگیتر لکھا گیا ہے۔ انگریزی بائبل میں حضرت مریمؑ کے لئے "Espoused Wife" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں یعنی ایسی بیوی جو ابھی صرف منسوب ہوئی ہو، جس سے صرف نسبت قرار پائی ہو باقاعدہ رخصتی نہ ہوئی ہو جسے اردو میں "منگیتر" کہتے ہیں۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو

(World Bible Publishers 10 WA Falls 10 WA (USA)

King James Vertion, LUKE 2.4,5)

یہودی قانون میں منگیتر سے ہم بستری ناجائز تھی

یہود کی رسوم اور ان کے رواج سے جو شخص بھی واقف ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ اسرائیلی معاشرے میں منگیتر سے مباشرت نہیں کی جاتی تھی۔ ہمارے دور کے بہت بڑے عالم اور مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریابادی جو انگریزی زبان کے بھی بہت بڑے فاضل تھے اور اسرائیلیات پر بھی گہری نظر رکھتے تھے اپنی تفسیر قرآن میں لکھتے ہیں کہ:

"رخصتی سے قبل نامزد شوہر سے خلوت یہودی قانون میں بالکل ممنوع تھی (تفسیر ماجدی صفحہ ۱۳۴ شائع کردہ تاج کمپنی لاہور)

یہی رائے ممتاز عالم اور مفکر مولانا ابوالکلام آزاد کی ہے ملاحظہ ہو مولانا کی تفسیر (ترجمان القرآن جلد نمبر ۲ صفحہ ۴۴۵)

یعنی یہ معاملہ صرف رسوم اور رواج کا نہیں تھا بلکہ یہودی قانون شریعت کی رو سے کوئی اسرائیلی اپنی منگیتر سے ہم بستری نہیں کر سکتا تھا مگر انجیل کہتی ہے کہ جب یوسف اپنی منگیتر حضرت مریم کو لے کر بیت لحم گئے ہیں تو وہ حاملہ تھیں۔ کیا کوئی دین دار مسلمان یا مسیحی سوچ بھی سکتا ہے کہ حضرت مریمؑ جیسی مقدس خاتون نے دانستہ قانون شریعت کو توڑ کر خدا کو ناراض کیا ہو۔ پس ثابت ہو گیا کہ حضرت مریمؑ کے پیٹ میں جو حمل تھا وہ کسی مرد کے دخل کا نتیجہ نہ تھا بلکہ خدا کی قدرت کا شاہکار تھا۔

حضرت مسیحؑ کا مقام پیدائش

فاضل مکتوب نگار کے ایک ہم مسلک جناب ممتاز احمد فاروقی (ستارۂ خدمت) نے اپنی کتاب "کسر صلیب" میں انجیل کی روایات پر بہت لے دے کی ہے اور ہمارے مکتوب نگار دوست جن دو انجیلوں سے سند لے کر اپنے موقف کے حق میں حوالے پیش کر رہے ہیں ان کو سخت جرح و تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ چونکہ ان دونوں انجیلوں میں حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو بن باپ قرار دیا گیا ہے اس لئے موصوف نے انجیل کی بعض صداقتوں کا بھی انکار کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر فاروقی صاحب حضرت مسیحؑ کے شہر "بیت لحم" میں پیدا ہونے کا انکار کرتے ہوئے یہ دلیل دیتے ہیں کہ "جس مردم شماری کے سلسلے میں اپنا اور حضرت مریمؑ کا نام درج کرانے کے لئے جناب یوسف نجار اپنے وطن سے روانہ ہوئے تھے وہ مردم شماری اس سال ہوئی ہی نہیں تھی جس سال

حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے۔" یہ ایک تاریخی موضوع ہے اور اس بارے میں ایک سے زیادہ آراء ہیں لیکن اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ جناب یوسف (نجار) اور حضرت مریمؑ نے بیت لحم کا سفر ہی اختیار نہیں کیا۔ یہ سفر یقینی طور پر اختیار کیا گیا تاکہ ایک اجنبی مقام پر بچے کی پیدائش کی وجہ سے حضرت مریمؑ قوم اور خاندان والوں کی فوری دشنام دہی سے محفوظ رہ سکیں مگر چونکہ فاضل مکتوب نگار کی طرح ان کے ہم مسلک جناب فاروقی بھی یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ حضرت مریمؑ جناب یوسف (نجار) کے ساتھ شادی کے بعد یعنی ان کے ذریعے حاملہ ہوئی تھیں اس لئے فاروقی صاحب کو ایک بے بنیاد روایت کا سہارا لینا پڑا چنانچہ موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اصل حقیقت یہ ہے کہ گلیل کے علاقے میں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس کا یہودی کتب میں نام "بیتھلھن الناصریہ" (Bethlehen - En Nosiryyah) لکھا ہے۔ یہ گاؤں "ناصرہ" سے سات میل شمال مغرب کی جانب واقع تھا۔ اس گاؤں میں حضرت مریمؑ اور ان کی بہن کا آبائی مکان تھا جب حضرت مریمؑ حاملہ ہوئیں تو وہ بیت الحم کے قصبے سے اس آبائی مکان میں اپنی بہن کے پاس آگئیں تاکہ پہلوٹھی کا بچہ جن سکیں"۔ ("کسر صلیب" صفحہ نمبر ۳۳)

اس روایت کی قدروقیمت کے بارے میں ہم اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ جناب فاروقی نے اس کا حوالہ جس انجیل سے دیا ہے اس میں سرے سے اس کا وجود ہی نہیں یعنی یوحنا کی انجیل کا باب نمبر ۱ آیت نمبر ۴۶۔ دوسرا حوالہ بھی اسی انجیل کا دیا ہے (باب نمبر ۷ آیت نمبر ۴۰ تا ۴۳ اور ۵۲) ان آیات میں نہ کہیں "بیتھلھن الناصرہ" نامی گاؤں کا ذکر ہے نہ حضرت مریم اور ان کی بہن کے آبائی مکان کا ذکر ہے اور نہ ان میں سے کسی آیت میں یہ ذکر ہے کہ جب حضرت مریمؑ حاملہ ہوئیں تو اس گاؤں میں آگئیں تاکہ پہلوٹھی کا بچہ جن سکیں۔ اردو اور انگریزی دونوں بائبلیں اس ذکر سے خالی ہیں۔ انگریزی بائبل کا ایڈیشن (Harper And Row, Publishers New York.....) ہمارے پیش نظر ہے۔

کچھ دیر کے لئے فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ روایت اگر انجیل کی نہیں تو کسی تاریخی کتاب کی ہو گی تو سوال پیدا ہو گا کہ کیا عقلاً" ایسا ممکن بھی ہے۔ اس تنازعے کا فیصلہ کرنے کے لئے آیئے قرآن شریف سے رجوع کریں جو ہر شک سے بالا ہے۔ جب حضرت

مریمؑ کو دردِ زہ ہوا اور وضع حمل کا وقت آیا تو قرآن شریف کی رو سے:

فنادٰھا من تحتھا الا تحزنی قد جعل ربک تحتک سریا ○ و ھزی الیک بجذع النخلة تسقط علیک رطبًا جنیًا ○ الخ (سورہ مریم آیت نمبر ۲۴، ۲۵)

ترجمہ: (پس (جبریل نے) نیچے کی سمت سے (حضرت مریم کو) آواز دی کہ تم غم نہ کرو کہ تمہارے رب نے تمہارے نیچے کی جانب ایک چشمہ جاری کر رکھا ہے اس کے پاس جا کر اور جن کر فارغ ہو جاؤ اور (قریب ہی کھجور ہے) کھجور کی شاخ پکڑ کر ہلاؤ اس سے تم پر تازہ بتازہ پھل گریں گے پھر (یہ پھل) کھاؤ اور (چشمے سے) پانی پیو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو)۔

اب ذرا ان واقعات پر نظر ڈالئے جو قرآن شریف نے بیان فرمائے ہیں۔ حضرت مریمؑ کے وضع حمل کا وقت آتا ہے۔ انہیں شدید تکلیف ہوتی ہے فرشتہ ان کی رہنمائی کرتا ہے اور انہیں بتاتا ہے کہ اس وقت تو جس مقام پر ہے اس کے فلاں جانب ایک چشمہ ہے اور اس کے قریب کھجور کا درخت ہے تو وہاں چلی جا اور بچہ جن کر صفائی کر لے پھر کھجور کی ٹہنی پکڑ کر ہلا اور تازہ بتازہ پھل کھا کر قوت حاصل کر۔

حضرت مسیحؑ ایک غیر آباد مقام پر پیدا ہوئے

گویا حضرت مریمؑ ایک ایسے مقام پر تھیں جہاں کے محل وقوع کا بھی انہیں علم نہیں تھا پھر یہ کہ کوئی رشتہ دار عورت، بچے کی ولادت میں ان کی مدد کرنے کے لئے بھی موجود نہ تھی یعنی بالکل پردیس اور کس مپرسی کا عالم تھا۔ یہ بڑے غور کا مقام ہے کہ اگر وہ اپنے آبائی گاؤں گئی تھیں جہاں ان کی بہن بھی موجود تھیں اور اسی لئے گئی تھیں کہ بہن کے گھر میں بچے کی ولادت ہو تو انہیں درد زہ کی حالت میں ایک غیر آباد مقام پر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ ان کی بہن اور میکے کی رشتہ دار خواتین کہاں تھیں؟ وہ بوقت ولادت ان کے پاس کیوں موجود نہیں تھیں۔ آخر انہیں زندگی کے اس نازک ترین مرحلے سے تنہا کیوں گذرنا پڑا جب ماں اور بچے دونوں کی زندگی سخت خطرے میں ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک کہانی ہے جو اس مقصد کے لئے گھڑی گئی ہے تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ حضرت مریم وضع حمل کے واقعے کو چھپانے کی

غرض سے بیت لحم نہیں آئی تھیں بلکہ یہ ان کا آبائی گاؤں تھا جہاں ان کی بہن بھی رہتی تھیں مگر قرآن شریف نے اس ساری کہانی اور بے بنیاد داستان کے تارو پود بکھیر کر رکھ دیئے اور ہمیں بتا دیا کہ حضرت مسیحؑ کی ولادت تو ایک غیر آباد جگہ چشمے کے کنارے پر ہوئی جہاں حضرت مریمؑ کی بہن تو کجا کوئی عورت بھی زچگی کے اس نازک مرحلے میں ان کی مدد کرنے کے لئے موجود نہ تھی۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مریمؑ کے پیٹ میں جو کچھ تھا وہ کسی باقاعدہ شادی کا نتیجہ نہ تھا' اس میں کسی انسان کا دخل نہ تھا اسی لئے انگشت نمائی کے ڈر سے وہ اپنے وطن سے دور ایک غیر آباد مقام پر چلی گئی تھیں جس کے راستوں اور اردگرد کے ماحول سے نہ وہ خود واقف تھیں نہ ان کے نامزد شوہر جناب یوسف' اسی لئے فرشتے نے ان کی رہنمائی کی اور بتایا کہ فلاں جگہ چلی جاؤ جو ولادت کے لئے موزوں ترین جگہ ہے جہاں چشمہ بھی ہے اور کھجور کا درخت بھی جو پھلوں سے لدا ہوا ہے ورنہ انہیں اور ان کے نامزد شوہر دونوں کو اس چشمے اور کھجور کے درخت کا علم نہ تھا گویا یہ مقام ان دونوں کے لئے اجنبی تھا۔ کھجور استعمال کرنے کی ہدایت صاف طور پر بتا رہی ہے کہ نہ اس وقت اور نہ آئندہ چند روز میں انہیں ایسی غذائیں میسر آنے کا امکان تک نہ تھا جو ایک زچہ کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ اگر وہ اپنے میکے میں ہوتیں اور ان کی بہن وہاں موجود ہوتیں' میکے کی دیگر رشتہ دار خواتین موجود ہوتیں تو وہ خود ان کے لئے موزوں اور طاقت بخش غذاؤں کا اہتمام کر دیتیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ حضرت مریمؑ کا ولادت کے لئے ایک غیر آباد اور دور دراز مقام پر جانا صرف اور صرف اس وجہ سے تھا کہ چونکہ بچہ بغیر باپ کے پیدا ہونے والا تھا اگر ان کے آبائی گاؤں میں یا نام زد شوہر کے گھر میں پیدا ہوتا تو قوم اور خاندان کے لوگ سخت دشنام طرازی کرتے پس اس دشنام طرازی اور انگشت نمائی سے وقتی طور پر بچنے کی غرض سے وہ ایک دور دراز اور غیر آباد مقام کی طرف چلی گئیں۔

حضرت مسیحؑ کا بیان

آیئے اب ایک اور پہلو سے اس مسئلے کا جائزہ لیں۔ اس سارے معاملے میں سب سے مستند اور صحیح ترین بیان حضرت مسیحؑ کا ہو سکتا ہے۔ آپ پوری انجیل پڑھ

ڈالئے حضرت مسیحؑ کہیں ایک جگہ بھی نہیں فرماتے کہ میرے باپ کا نام یوسف تھا۔ اگر آپؑ کا کوئی دنیاوی باپ ہوتا تو آپؑ اس کا ذکر ضرور فرماتے۔ آپؑ نے ہر جگہ اپنے آپ کو "ابن آدم" کہا ہے ابن یوسف ایک جگہ بھی نہیں کہا۔ اس میں یہی بھید ہے کہ آپؑ کا کوئی دنیاوی باپ نہیں تھا جس طرح آدم کا کوئی دنیاوی باپ نہیں تھا۔ اسی لیے آپؑ نے اپنے آپ کو ہر جگہ آدم سے نسبت دی کہ میں آدم کا بیٹا ہوں۔

یہاں یہ اعتراض پیدا ہو سکتا ہے کہ انجیل کے بعض مقامات پر حضرت مسیحؑ کو یوسف (نجار) کا بیٹا بھی لکھا گیا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ آپؑ یوسف کے سوتیلے بیٹے تو تھے۔ انہی نے آپؑ کی پرورش کی تھی اور باپ کی حیثیت سے پالا تھا۔ ساری دنیا کا قاعدہ ہے کہ سوتیلے باپ کو بھی "ابو" یا "اباجان" کہہ کر بلایا جاتا ہے پس انجیل کے بعض مقامات پر حضرت مسیحؑ کو یوسف کا بیٹا قرار دینا انہی معنی میں ہے کہ وہ آپؑ کے سوتیلے باپ تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو ایک شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "تیرے تین باپ ہیں، ایک وہ جس کے نطفے سے تو پیدا ہوا، ایک وہ جس نے تجھے اپنی بیٹی دی اور ایک وہ جس نے تجھے علم سکھایا (یعنی استاد)

ذرا سا اور آگے چلئے ساری دنیا جانتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والد محترم کا نام عبداللہ تھا مگر ایک جنگ کے موقع پر آپؐ نے ایک رجزیہ شعر موزوں فرما کر پڑھا تھا۔

انا النبی لا کذب   انا ابن عبدالمطلب

یعنی میں خدا کا نبی ہوں اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں بیٹا ہوں عبدالمطلب کا۔ یہاں حضورؐ نے حضرت عبداللہ کی بجائے حضرت عبدالمطلب کو جو آپؐ کے دادا تھے اپنا باپ قرار دیا کیونکہ حضورؐ کے والد تو آپؐ کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ آپؐ کی پرورش آپؐ کے دادا نے کی تھی پس ثابت ہوا کہ پرورش کرنے والے کو بھی باپ کہتے ہیں۔ چونکہ یوسف (نجار) نے حضرت مسیحؑ کی پرورش کی تھی اس لئے انجیل کے بعض مقامات پر انہیں آپؑ کا باپ لکھ دیا گیا اس میں کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ انجیل ہی کی رو سے وہ آپؑ کے سوتیلے باپ تو تھے۔

مسیحؑ کی پیدائش قرآن وحدیث کی رُو سے

فاضل مکتوب نگار نے حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش کو غلط ثابت کرنے کے لئے قرآنِ شریف سے بھی استدلال کیا ہے اور بلاشبہ یہ طریقِ استدلال ہی سب سے محفوظ ہے کیونکہ انجیل ہو یا تاریخ ان میں سے کوئی بھی شک وشبہ سے خالی نہیں۔ آج روئے زمین پر صرف قرآن وہ واحد کتاب ہے جو ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہے اس لئے اس کی طرف رجوع کرنا ہی سب سے زیادہ درست اور منطقی طریقہ ہے لیکن افسوس کہ میرے فاضل دوست نے اس طریقِ استدلال سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ مزید غلط فہمیوں کا شکار ہو گئے اور مسئلے کو سلجھانے کی بجائے الجھا بیٹھے۔ آیئے ان کے طرز استدلال کا جائزہ لیں۔ موصوف قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیات اپنے موقف کی تائید میں پیش کرتے ہیں:

(ترجمہ) "ہم نے اس کو اسحٰق اور یعقوب دئے اور ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور نوح کو ہم نے پہلے سے ہدایت دی اور اس کی نسل سے داؤد اور سلیمان، یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت دی) اور اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں"

(الانعام ۸۴/۶)

اور زکریا اور یحییٰ، عیسیٰ و الیاس کو (یہ) سب صالحین میں سے تھے (الانعام ۸۵/۶)

اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط اور (ان) سب کو ہم نے قوموں پر فضیلت دی (الانعام ۸۶/۶) اور ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی نسل سے اور ان کے

بھائیوں سے ہم نے ان کو برگزیدہ کیا"۔

یہ آیات درج کرنے کے بعد مکتوب نگار فرماتے ہیں کہ "ان چار آیات میں سترہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر نام لے کر فرمایا ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی نسل سے اور ان کے بھائیوں سے ہم نے ان کو برگزیدہ کیا۔ اس طرح حضرت عیسیٰؑ کے باپ دادا بھی شامل ہیں۔ اگر ان کا باپ دادا نہ ہوتا تو یقیناً ان کا علیحدہ ذکر کیا جاتا یا "الا عیسیٰ" فرما دیتے تو آیت صاف ہو جاتی لیکن یہاں صاف طور پر اس (عیسیٰؑ) کے باپ دادا کو بھی شامل کر کے واضح کر دیا کہ یقیناً اس (عیسیٰؑ) کے باپ دادا بھی صالحین میں سے تھے۔"

مکتوب نگار کی غلط فہمی

افسوس کہ مکتوب نگار نے ان آیات پر گہرائی میں جا کر اور ان کے ایک ایک جزو پر غور نہیں کیا ورنہ وہ ان آیات سے کبھی استدلال نہ فرماتے۔ ان آیات میں انبیائے کرام کا عمومی تذکرہ ہو رہا ہے اس ذکر میں حضرت عیسیٰؑ کو بھی شامل کر لیا گیا کہ وہ بھی خدا کے نبی تھے اور سلسلۂ ابراہیمی کی موسوی شاخ کے آخری نبی تھے ان کے تذکرے کے بغیر یہ ذکر مکمل ہو سکتا ہی نہیں تھا۔ چونکہ ان کے بارے میں ان کی والدۂ محترمہ کی زبان سے (سورہ آل عمران میں) الگ ذکر کر دیا گیا تھا کہ ان کی پیدائش کسی مرد کے چھوئے بغیر ہوئی اس لئے وہ ان انبیاء سے خود بخود مستثنیٰ ہو گئے جن کے باپ دادا کا ذکر قرآن کریم کی متذکرہ بالا آیات میں کیا گیا ہے۔ اگر مکتوب نگار ان آیات کے ظاہری الفاظ کی طرف جائیں گے تو انہیں سخت مشکلات پیش آئیں گی جن سے رستگاری کی کوئی صورت نہیں نکل سکے گی۔ مثلاً ان آیات میں حضرت یحییٰؑ کو بھی ان انبیا میں شامل کیا گیا ہے جن کے بھائیوں سے ان کو برگزیدہ کیا گیا (الانعام ۶/۸۵)

ہم اپنے فاضل مکتوب نگار دوست سے سوال کرتے ہیں کہ وہ حضرت یحییٰؑ کے اس بھائی کا نام بتائیں جس سے انہیں برگزیدہ کیا گیا۔ جس شخص نے قرآن شریف، احادیث، تفاسیر، اور تاریخ کا سرسری مطالعہ بھی کیا ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت یحییٰؑ کا کوئی بھائی نہیں تھا وہ حضرت زکریاؑ کی اس دعا کے نتیجے میں پیدا ہوئے تھے کہ اے اللہ

مجھے بھی اپنی جناب سے ایک ولی اور وارث عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لی اور انتہائی بوڑھا ہو جانے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود فرمایا کہ ہم تجھے ایک بیٹا عطا کریں گے جس کا نام یحییٰؑ ہو گا۔ حضرت یحییٰؑ کے بعد حضرت زکریاؑ کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی گویا حضرت یحییٰؑ کا کوئی بھائی نہیں تھا مگر قرآن کریم انہیں بھی ان انبیاء میں شامل کرتا ہے جنہیں ان کے بھائیوں کے ذریعے فضیلت دی یا برگزیدہ کیا۔ اور آگے چلیے۔ انہی آیات میں حضرت یحییٰؑ کو بھی ان انبیاء میں شامل کیا گیا ہے جن کی نسل کے ذریعے انہیں برگزیدہ کیا گیا۔ قران کریم اور تاریخ مذاہب کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ حضرت یحییٰؑ نے تو ابھی شادی ہی نہیں کی تھی کہ انہیں قتل کر دیا گیا۔ فاضل مکتوب نگار بتائیں کہ جنابِ یحییٰؑ کی نسل کہاں چلی جس کے ذریعے انہیں بزرگی عطا ہوئی مگر قرآن فرماتا ہے کہ جنابِ یحییٰ کی نسل کے ذریعے انہیں برگزیدہ کیا گیا۔

آخر میں حضرت عیسیٰؑ کی طرف آیئے۔ سورہ الانعام کی مندرجہ بالا آیات میں اگر ان کے باپ دادا کا ذکر کیا گیا ہے تو ساتھ ان کی نسل کا بھی ذکر کیا گیا ہے فاضل مکتوب نگار بتائیں گے کہ ان کے مسلک کی رو سے حضرت عیسیٰؑ کی نسل کہاں چلی؟ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ مکتوب نگار کی جماعت کے بانی' مولوی محمد علی صاحب کے رفیق اور عقیدت مند ممتاز احمد فاروقی صاحب اپنی کتاب "کسرِ صلیب" میں لکھتے ہیں:

> "اگرچہ حضرت مسیحؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سچے نبی تھے اور ان کی تعلیم خداتعالیٰ کی توحید پر مشتمل تھی مگر ایک باریک بیں یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت مسیحؑ ہر انسان کے لئے صحیح اور کامل نمونہ ثابت نہیں ہو سکے جیسا کہ نبی کریمؐ تھے مثلاً حضرت عیسیٰ نے شادی نہیں کی اور نہ ان کی اولاد تھی۔" (کسرِ صلیب صفحہ ۱۷)

فاضل مکتوب نگار ہمیں بتائیں کہ ان کے بقول قرآن جہاں حضرت مسیحؑ کے باپ دادا کا ذکر کرتا ہے وہاں ان کی نسل کا بھی ذکر کرتا ہے مگر مکتوب نگار کی جماعت کے ایک فاضل مورخ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے شادی ہی نہیں کی تو اولاد کہاں سے ہوئی پھر ان کی نسل کہاں چلی جبکہ قرآن کے ظاہری الفاظ کی رو سے ان کی ذریت بھی

تھی۔ اب ہمارے دوست بتائیں کہ وہ اس مشکل بلکہ مشکلات سے کس طرح نکلیں گے۔ اس کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ یہ تسلیم کرلیں کہ مذکورہ بالا آیات میں حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے روحانی آباؤاجداد کا ذکر کیا جا رہا ہے اور روحانی ذریت کا۔ یا یہ تسلیم کرلیں کہ ان آیات میں انبیاء کا عمومی ذکر ہو رہا ہے جن میں حضرت عیسیٰؑ کا بھی ذکر صرف اس لئے آگیا کہ وہ بھی سلسلۂ ابراہیمی کی شاخ موسوی کے نبی تھے اور اس سلسلے (بنی اسرائیل) کے آخری نبی تھے۔ اگر وہ یہ تسلیم نہیں کریں گے تو ان کے پاس ان نکات کا کوئی جواب نہیں ہو گا جو ہم نے سطور بالا میں اٹھائے ہیں۔ گویا جو آیات فاضل مکتوب نگار نے پیش کی ہیں وہ ان کے موقف کی تائید میں پیش نہیں کی جا سکتیں اور نہ اس موضوع سے متعلق ہیں۔

اب فاضل مکتوب نگار کے غوروفکر کے لئے ایک آیت ہم پیش کرتے ہیں جسے اسی سلسلے کی ایک کڑی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو مخاطب کرکے فرما رہا ہے کہ تمہارے لئے کن کن رشتہ داروں کے سامنے ہونا (ان سے پردہ نہ کرنا) جائز ہے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

لا جناح علیھن فی آبائھن ولا ابنائھن الخ (الاحزاب آیت نمبر ۵۵)

(پیغمبر کی بیویوں پر) "اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں اور اپنی (ہم کفو) عورتوں اور اپنی لونڈیوں کے سامنے ہونے پر کوئی گناہ نہیں۔"

اس آیت مبارکہ میں رسولؐ خدا کی بیویوں کو بتایا جا رہا ہے کہ تم فلاں فلاں رشتہ داروں کے سامنے ہو سکتی ہو ان سے پردہ کرنا جائز نہیں ان میں بیٹے بھی شامل ہیں۔ فاضل مکتوب نگار ہمیں بتائیں کہ رسولِؐ اقدس کا کون سا جوان بیٹا تھا جس سے پردہ نہ کرنے کی آپؐ کی بیویوں کو ہدایت کی جا رہی ہے۔ حضورؐ کے تو سارے بیٹے آٹھ سال اور اس سے کم عمری میں وفات پا گئے تھے اور عالم الغیب خدا آئندہ کے بارے میں بھی جانتا تھا کہ حضورؐ کی کسی بیوی سے کوئی ایسا بیٹا پیدا نہیں ہو گا جو جوانی کی عمر تک پہنچ سکے اس کے باوجود آپؐ کی بیویوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنے (جوان) بیٹوں سے پردہ مت کرو۔ کیا اس سے لازم آتا ہے کہ حضورؐ کے کئی جوان بیٹے تھے؟ اس سوال کا

ایک ہی جواب ہے کہ یہ ایک عمومی حکم ہے۔ اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ اگر حضورؐ کے جوان بیٹے ہوتے تو آپؐ کی بیویوں کے لئے ان کے سامنے ہونا جائز تھا۔ پس اسی طرح سورہ آل عمران کی ان آیات میں جن کا فاضل مکتوب نگار نے حوالہ دیا ہے صرف اتنا کہنا مقصود ہے کہ اگر یحیٰؑ اور عیسیٰؑ کے بھائی ہوتے، ان کی اولادیں ہوتیں اور حضرت عیسیٰؑ کا باپ ہوتا تو انہیں بھی وہی بزرگی اور تکریم حاصل ہوتی جو دوسرے انبیاء کے آبا اور اخوان اور اولادوں کو حاصل تھی اور جن کی وجہ سے ان انبیا کو برگزیدہ کیا گیا تھا۔ اگر یہ مفہوم نہیں اور فاضل مکتوب نگار کے استدلال کی رو سے آل عمران کی ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کا باپ تھا تو سورہ احزاب کی جو آیت ہم نے سطور بالا میں پیش کی ہے اس کے ظاہری معنی کی رو سے ثابت ہو گا کہ حضور کے جوان بیٹے تھے حالانکہ ایسا نہیں۔ ہمارے فاضل دوست اپنے آپ کو اس مشکل سے کیسے نکالیں گے۔ دراصل یہ نتیجہ ہے قرآن حکیم کے ظاہری معنی پر زور دینے کا اور ان کی اصلی روح کو نظرانداز کر دینے کا، نیز یہ نتیجہ ہے آیات کو سیاق و سباق سے الگ کر کے پیش کرنے کا۔

اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ

اب ہم وہ قرآنی آیات پیش کرتے ہیں جو براہ راست حضرت مسیحؑ کے واقعہ ولادت سے متعلق ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

واذکر فی الکتب مریم اذا تبنتت من اھلھا مکاناً شرقیاً ○ الخ (مریم آیت ۱۶)

ترجمہ "اور اے محمد ﷺ اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب تھا گئیں پھر ان (گھر والوں) کے سامنے سے انہوں نے پردہ ڈال لیا۔ پس (اس حالت میں) ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتے جبریل کو بھیجا اور وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی (یعنی جوانِ خوش صورت) بن کے ظاہر ہوا۔ کہنے لگیں میں تجھ سے (اپنے خدائے) رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو (کچھ) خدا ترس ہے (تو یہاں سے ہٹ جائے گا) فرشتے نے کہا میں تمہارے رب کا

بھیجا ہوا فرشتہ ہوں تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ وہ (تعجباً) کہنے لگیں کہ (بھلا) میرے لڑکا کس طرح ہو جاوے گا حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔ فرشتے نے کہا یونہی ہو گا (یونہی اولاد ہو جائے گی) تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بات میرے لئے آسان ہے۔" (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

مزید فرمایا کہ یہ ایک طے شدہ بات ہے (جو ضرور ہو گی) قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں: **وکان امراً مقضیا** ○ یعنی یہ وہ امر ہے جس کا قضا و قدر کے رجسٹر میں فیصلہ ہو چکا ہے' اب یہ بات ٹل نہیں سکتی' اسی طرح ہو گا۔ ان آیات پر غور کیجئے:

(۱) حضرت مریمؑ کے پاس ان کے کنوارپن کی حالت میں جبرئیل تشریف لاتے ہیں اور انہیں ایک پاک بیٹے کی پیدائش کی بشارت دیتے ہیں۔

(۲) حضرت مریمؑ بڑے تعجب سے فرماتی ہیں کہ میں تو کنواری ہوں' مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار ہوں۔ پھر میرے بیٹا کیسے ہو گا۔

(۳) حضرت جبریل جواب دیتے ہیں کہ بے شک تم کنواری ہو مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ امر میرے لئے کچھ مشکل نہیں۔ قرآن حکیم کے الفاظ یہ ہیں:

قال ربک ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ ج

(یعنی اے مریم تیرا رب فرماتا ہے کہ یہ امر میرے لئے بہت آسان ہے)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سا امر اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ ایک کنواری عورت کو اس حالت میں بیٹا دیدینا کہ اسے کسی مرد نے ہاتھ تک نہ لگایا ہو۔ یہ امر اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں بلکہ بہت ہی آسان ہے۔

خود حضرت مریمؑ نے وحی سے کیا سمجھا؟

فاضل مکتوب نگار کے ہم خیال لوگ یہاں ایک نئی بحث چھیڑ دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں بات در صل یہ ہے کہ جب حضرت جبرئیل نے حضرت مریمؑ کو ایک پاک بیٹے کی بشارت دی تو اس سے جبریل کی مراد یہ نہیں تھی کہ وہ بیٹا ابھی یا چند ماہ میں پیدا ہو جائے گا بلکہ جبریل کی مراد یہ تھی کہ آئندہ کبھی جب تم شادی کرو گی تو اللہ تعالیٰ تمہیں پاک بیٹا عطا فرمائے گا۔ وہ حال کی نہیں بلکہ مستقبل میں پیش آنے والے ایک واقعے

کی خبر دے رہے تھے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وحی تو حضرت مریمؑ پر نازل ہو رہی تھی اللہ تعالیٰ کی مخاطب تو وہ تھیں۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ خود حضرت مریمؑ اس وحی الٰہی سے کیا سمجھیں اور انہوں نے اس کا کیا مفہوم لیا۔ انہوں نے جو کچھ اس وحی سے سمجھا وہ یہی تھا کہ جبریل انہیں حال کی خبر دے رہے ہیں کہ عنقریب تمہارے بیٹا ہو گا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت مریمؑ کبھی یہ نہ فرماتیں کہ میں تو کنواری ہوں، میں بدکار بھی نہیں ہوں، مجھے تو کسی مرد نے چھوا تک نہیں پھر میرے بیٹا کیسے پیدا ہو گا؟ اگر حضرت مریمؑ نے وحی کا مطلب غلط سمجھا ہوتا تو جبریل اسی وقت ان کی اصلاح فرما دیتے اور انہیں بتا دیتے کہ اے مریم! میرا یا اللہ تعالیٰ کا یہ مطلب نہیں کہ عنقریب یا چند ماہ میں تمہارے بیٹا ہو جائے گا۔ تمہیں تو مستقبل کی بشارت دی جا رہی ہے کہ جب تمہاری شادی ہو گی تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک پاک بیٹا عطا فرمائے گا۔ مگر جبریل ایسا نہیں کہتے بلکہ حضرت مریمؑ کے یہ فرمانے کے بعد کہ :

"بھلا میرے بیٹا کیسے ہو جائے گا مجھے تو کسی بشر نے چھوا تک نہیں"۔

حضرت جبریل جواب دیتے ہیں کہ :

قال کذالک قال ربک ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ

انہوں (جبریل) نے کہا کہ اسی طرح ہو گا یعنی باوجودیکہ تمہیں کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا پھر بھی تمہارے بیٹا ہو گا ——— اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ اللہ کے کام ہیں وہ قادر مطلق ہے اس کے لئے یہ کچھ مشکل نہیں بلکہ بہت آسان ہے۔ "ھو علی ھین۔"

موٹی سی بات ہے کہ اگر حضرت مریمؑ نے بھی یہی سمجھا ہوتا جو ہمارے فاضل مکتوب نگار یا ان کے ہم خیال دوست سمجھتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو مستقبل کے واقعے کی خبر دی جا رہی تھی تو اس میں ان کے لئے تعجب کی کون سی بات تھی کیونکہ شادی کے بعد تو عام طور پر ہر گھر میں بچوں کی ولادت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کسی کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے، کسی کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی ہے۔

قرآن شریف میں ایک اور مقام پر بھی اس واقعے کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں بھی حضرت مریمؑ بیٹے کی پیدائش کی خبر سن کر اسی طرح تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہتی

ہیں کہ مجھے تو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا پھر میرے بیٹا کیسے ہو گا وہاں بھی انہیں یہی جواب دیا جاتا ہے کہ:

قال کذالک اللہ یخلق ما یشاء اذا قضیٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون ○

(آل عمران آیت ۴۷)

فرمایا کہ ایسا ہی ہو گا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے اور جب وہ کسی امر (کو وجود میں لانے) کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے بارے میں صرف اتنا فرماتا ہے کہ "کن" (یعنی) "ہو جا" پس وہ ہو جاتا ہے (یعنی وجود میں آ جاتا ہے)

یہاں بھی یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں حیرت و استعجاب کے ساتھ عرض کیا کہ اے میرے رب! مجھے تو کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا پھر میرے بیٹا کس طرح پیدا ہو گا۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ اے مریم تو غلط سمجھی ہم تجھ سے زمانہ حال کی بابت نہیں فرما رہے کہ چند ماہ میں تیرے بیٹا پیدا ہو گا، ہم تو مستقبل کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ جب تیری شادی ہو جائے گی تب مجھے بیٹا دیا جائے گا، بلکہ اس کی بجائے یہ فرمایا کہ (تیرا استعجاب اور تیری حیرت اپنی جگہ لیکن) ----- "ہو گا ایسا ہی" ----- یعنی اگرچہ تجھے کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا اس کے باوجود تجھے بیٹا دیا جائے گا۔ مزید فرمایا کہ (ہمارے لئے یہ امر مشکل نہیں)" ہم جس امر کو وجود میں لانا چاہتے ہیں اس کے بارے میں لفظ "کن" کہہ دیتے ہیں کہ پیدا ہو جا ----- پس وہ پیدا ہو جاتا ہے۔" اگر ان الفاظ کے یہ معنی نہیں تو سارا جملہ بے معنی اور بے ربط ہو جاتا ہے۔ یہ جملہ بامعنی اور باربط اسی صورت میں ہوتا ہے کہ ایک کنواری عورت اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کرے کہ مجھے تو کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا، میرے بیٹا کیسے پیدا ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس کنواری سے فرمائے کہ ----- اسی طرح ہو گا ----- میں ہر امر پر قادر ہوں، جس کے پیٹ سے چاہوں اولاد پیدا کر دوں ----- شادی شدہ عورت سے یہ الفاظ کہنا ایک بے معنی اور بلا ضرورت بات ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بے معنی کلام منسوب کرنا سخت بے ادبی ہے۔

ایک بے بنیاد افسانہ

اپنے موقف کو درست ثابت کرنے کے لئے فاضل مکتوب نگار فرماتے ہیں کہ :
"یہ مسئلہ دراصل یوں پیدا ہوا کہ حضرت مریمؑ کو ہیکل کے لئے وقف کر دیا گیا تھا اور ہیکل میں رہتے ہوئے (وہ) جوں جوں بڑھتی گئیں وہ اس کے پجاریوں کی بدکرداریوں سے پورے طور پر واقف ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اس وجہ سے ہیکل کے قانون کے خلاف بغاوت کر کے یوسف نجار سے شادی کر لی جسے مذہبی رہنماؤں نے غیر قانونی قرار دیدیا کہ ہیکل کے رسم و رواج کے مطابق ان کی شادی ہیکل کے کسی فرد سے ہو سکتی تھی اس لئے یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش (کو) غیر قانونی شادی ہونے کی وجہ سے ناجائز پیدائش قرار دیدیا۔"

ہمیں نہیں معلوم کہ فاضل مکتوب نگار نے یہ خلافِ عقل اور خلافِ واقعہ کہانی کہاں سے اخذ کی اور ان کا ذریعہ معلومات کیا ہے۔ اس کہانی کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو اس پر سخت اعتراضات پیدا ہوتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ اگر ہیکل بدکاری کا اڈا بن چکی تھی تو یہ بات حضرت مریمؑ کے سرپرستوں کو بخوبی معلوم ہو گی۔ ان کی والدہ محترمہ جنہوں نے حضرت مریم کی پیدائش سے قبل ہی انہیں اللہ تعالیٰ کی نذر کر دیا تھا وہ بھی جانتی ہوں گی۔ ان کے مربی حضرت زکریاؑ کو بھی اس کا علم ہو گا کہ ہیکل کے پجاریوں کی اخلاقی حالت نہایت پست اور خراب ہے اور وہ پرلے درجے کے بدکار ہیں۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے ایک مقدس اور معصوم بچی کو ان بھیڑیوں میں لے جا کر چھوڑ دینا کہاں کی عقلمندی تھی بلکہ یہ تو غیرت کے بھی خلاف تھا۔ کوئی معمولی درجے کی عورت بھی اپنی معصوم بچی کو بدکاروں کے سپرد نہیں کرتی، حضرت مریمؑ کی والدہ محترمہ تو ملہمہ تھیں جن پر خدا کی وحی نازل ہوئی تھی اور حضرت مریمؑ کے مربی حضرت زکریاؑ انجیل کے بیان کے مطابق اس دور کے سب سے بڑے کاہن اور خدا کے پیغمبر تھے۔ ان سے زیادہ ہیکل کے حالات سے کون واقف ہو سکتا تھا۔ انہوں نے بھی اپنی زیرِ کفالت معصوم بچی کو جو خدا کے نشان کے طور پر پیدا ہوئی تھی بدکار پجاریوں کے نرغے میں دیدیا۔ یہ سب خلافِ عقل اور خلافِ واقعہ باتیں ہیں اور محض اس لئے گھڑی گئی ہیں تاکہ کسی نہ کسی طرح حضرت مریمؑ کی یوسف نجار سے شادی کرا دی

جائے اور پھر ان کے ذریعے سے جناب مسیحؑ کی پیدائش ثابت کر کے جناب یوسف نجار کو حضرت مسیحؑ کا باپ بنا دیا جائے۔

اس ساری کہانی کا تاروپود اس وقت بکھر جاتا ہے جب ہم قرآنِ کریم میں وہ واقعہ پڑھتے ہیں جو حضرت مسیحؑ کی پیدائش کے بعد حضرت مریمؑ کے ساتھ پیش آتا ہے جس کے مطابق (ولادت کے بعد) قوم کے لوگ حضرت مریمؑ کے پاس آتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ:

یٰمریم لقد جئت شیئا فریا ○ (سورۂ مریم آیت نمبر ۲۷)

یعنی اے مریم تو نے یہ کیا کیا (تو نے بڑے غضب کا کام کیا)

اس کے بعد یہی اکابر قوم حضرت مریمؑ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:-

یا اخت ہارون ما کان ابوک امرا سوء و ما کان امک بغیا ○ (مریم آیت ۲۸)

یعنی اے ہارون کی بہن تیرا باپ تو برا آدمی نہیں تھا نہ تیری ماں بدکار تھی)

اگر حضرت مریمؑ کی شادی ہو چکی ہوتی اور پھر ان کے بیٹا پیدا ہوتا تو آپؑ کی قوم کے لوگ کبھی آپؑ پر الزام نہ لگاتے اور نہ یہ کہتے کہ اے مریم تو نے بہت برا کام کیا' ایسا کام تیری ماں نے تو نہیں کیا تھا وہ تو بدکار نہیں تھی۔ دوسرے الفاظ میں وہ حضرت مریمؑ پر (نعوذ باللہ) بدکاری کا الزام لگا رہے تھے۔ کسی شادی شدہ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے پر کوئی صحیح الدماغ شخص اعتراض نہیں کرتا نہ بدکاری کا الزام لگاتا ہے۔ پس قرآن کریم سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی ولادت کے وقت تک حضرت مریم کنواری تھیں اور کنواری ہی کے گھر بچہ پیدا ہوا تھا۔

حضرت مریمؑ پر ایک ناپاک الزام لگایا گیا

فاضل مکتوب نگار کے ہم مسلک جناب ممتاز احمد فاروقی نے بھی اپنی کتاب "کسر صلیب" میں بہت شدومد سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جناب مسیحؑ کی پیدائش عین قانون قدرت کے مطابق ہوئی تھی اور ان کی پیدائش کے موقع پر یہودیوں نے حضرت مریمؑ پر زنا کا الزام نہیں لگایا تھا چنانچہ فاروقی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حضرت عیسیٰؑ کا جواب کہ "میں نبی بنایا گیا ہوں" ثابت کرتا ہے

کہ ان کی والدہ پر زنا کا الزام نہیں لگایا گیا تھا ورنہ وہ اس کی
تردید کرتے۔" (خلاصہ "کسرِ صلیب" صفحہ نمبر ۴۵)

حالانکہ یہودی اس روز سے لے کر جب حضرت مسیحؑ کی ولادت ہوئی آج تک حضرت مریمؑ کی عصمت و عفت کو داغ دار کرنے کی مکروہ کوشش کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ ایسی صداقت ہے جس کا انکار کیا ہی نہیں جا سکتا خود قرآنِ کریم نے سورۂ مریم کی آیات میں ان کا یہ ناپاک اعتراض دہرایا ہے حتیٰ کہ تاریخ کی کتابوں میں ان فرضی لوگوں کے نام تک موجود ہیں جن سے حضرت مریمؑ کو متہم کیا گیا چنانچہ "انسائیکلوپیڈیا ببلیکا" میں بھی اس شخص کا نام موجود ہے جس کے بارے میں یہودی کہتے تھے کہ اس سے حضرت مریمؑ کا ناجائز تعلق ہے۔ یہودیوں کی دوسری مذہبی کتاب تالمود (TalMud) میں بھی اس شخص کا نام موجود ہے جس کے ساتھ یہودیوں نے حضرت مریمؑ کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی اپنی تفسیر "ترجمان القرآن" کی جلد دوم میں اس شخص کا نام درج کیا ہے جس کے بارے میں یہودی کہتے تھے کہ اس کا حضرت مریمؑ سے ناجائز تعلق تھا۔ ایک رومی سپاہی سے بھی حضرت مریم کو متہم کیا جاتا تھا۔ اگرچہ یہ سب لغو اور بے بنیاد قصے ہیں جن میں صداقت کا شائبہ تک نہیں، حضرت مریمؑ نہایت پاکباز اور صدیقہ تھیں مگر اس سے یہ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ فاضل مکتوب نگار کے ہم مسلک اصحاب کا یہ خیال غلط ہے کہ حضرت مریم پر زنا کا الزام نہیں لگایا گیا۔ قرآن شریف کا حضرت مریمؑ، حضرت مسیحؑ اور مسیحی دنیا پر احسانِ عظیم ہے کہ اس نے حضرت مسیحؑ کی والدۂ محترمہ کو "اُمُّہٗ صدیقہ" کہہ کر آپؑ کی عفت و عصمت کی گواہی دی۔ یہ بہت غور کرنے کا مقام ہے کہ حضرت مریمؑ کو "صدیقہ" یعنی انتہائی راستباز کیوں کہا گیا؟ اس کی صرف ایک ہی وجہ تھی کہ یہودیوں نے ان پر ایک ناپاک الزام لگایا تھا کہ انہوں نے جو بچہ جنا ہے یہ ناجائز ہے اس کا باپ ہی نہیں۔ قرآن شریف نے فرمایا کہ یہ الزام غلط ہے مریم صدیقہ تھی اور صدیق لوگ زناکار اور جھوٹے نہیں ہوتے جب وہ کہتی ہیں کہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا تو وہ سچ کہتی ہیں واقعی یہ بچہ کسی بدکاری کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوا۔ اگر "اُمُّہٗ صدیقہ" کا یہ مفہوم نہیں تو یہ الفاظ بے معنی ہیں اور بلاضرورت استعمال

کیے گئے ہیں جو قرآن کریم کی شانِ بلاغت کے خلاف ہیں۔

پھر یہ کہنا کہ حضرت مسیحؑ نے بھی قوم کے سامنے اپنی ماں کی زنا سے بریت سے متعلق ایک لفظ نہیں کہا کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کی یہ ساری تقریر ہی اپنی والدۂ محترمہ کی عصمت و عفت کی گواہی ہے۔ غور کیجئے:

مسیحؑ کا اپنی والدہ کو پاک دامن ثابت کرنا

حضرت مریمؑ حضرت مسیحؑ کو لے کر بیت اللحم سے واپس آتی ہیں۔ ان کی گود میں بچہ دیکھ کر قوم کے لوگ سوچتے ہیں کہ مریم تو کنواری تھی اس کی شادی کا بھی اعلان نہیں ہوا۔ غیر شادی شدہ اور کنواری عورت کے بچہ کیسے پیدا ہو گیا' چنانچہ انہوں نے کہا کہ اے مریم تو نے یہ بہت برا کام کیا تیری ماں تو بدکار نہیں تھی (نعوذ باللہ' تو نے یہ بدکاری کا کام کیسے کیا) اس پر حضرت مریمؑ حضرت مسیحؑ کی طرف اشارہ کر کے فرماتی ہیں کہ اس سے پوچھ لو جس پر حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ:

انی عبداللہ ط اتنی الکتب و جعلنی نبیا ○ (سورۂ مریم آیت نمبر ۳۰)

(یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے کتاب دی جا رہی ہے اور نبی بنایا جا رہا ہے)

حضرت مسیحؑ نے اپنے اس جواب میں الٰہی تصرف کے تحت کمال بلاغت سے کام لیتے ہوئے اپنی والدہ محترمہ پر سے بدکاری کا ناپاک الزام دور کر دیا نہ صرف بدکاری کا الزام دور کر دیا بلکہ شرک کا بھی خاتمہ کر دیا۔ آپؑ کے جواب کے تین حصے ہیں:

(۱) "میں اللہ کا بندہ ہوں۔" ان الفاظ میں اپنی عبودیت کا اظہار ہے اور اس عقیدے کا ابطال کہ مسیحؑ خدا کا بیٹا یا تین میں سے ایک خدا ہے۔ فرمایا کہ میں تو اللہ کا بندہ ہوں اور عبد ہرگز معبود نہیں ہو سکتا۔

(۲) دوسرے حصے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی ہے کہ مجھے کتاب (انجیل) ملنے والی ہے۔

(۳) تیسرے حصے میں فرمایا کہ اس نے مجھے ایک اور بشارت دی ہے وہ یہ کہ مجھے نبی بنایا جا رہا ہے۔ ان دونوں بشارتوں کا ذکر کر کے آپؑ نے اپنی قوم کے لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ میں نعوذ باللہ زنا کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوا۔

خدا تعالیٰ ولد الحرام شخص کو کبھی نبی نہیں بناتا نہ ایسے شخص کو کتاب عطا فرماتا ہے اور نہ ایک زانیہ کو یہ شرف عطا فرماتا ہے کہ اس کے ناجائز بیٹے کو نبی بنا دے اور پھر کتاب بھی عطا فرما دے پس اے میری قوم کے لوگو! میری والدہ کے بارے میں تمہارا یہ ناپاک الزام قطعاً بے بنیاد ہے۔

پس اس سے ثابت ہو گیا کہ اس دور کے یہودیوں نے حضرت مریمؑ پر ایک ناپاک الزام ضرور لگایا تھا جس کی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کے ذریعے تردید فرما کر حضرت مریمؑ کی پاک دامنی ثابت کر دی۔ قوم کے لوگوں کے اعتراض کے جواب میں نہ حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں کیا ہوا ہے؟ یہ یوسف نجار میرا شوہر ہے جس سے میری شادی ہو چکی ہے جس کے فلاں فلاں گواہ ہیں اور اسی شادی کے نتیجے میں میرا بیٹا پیدا ہوا ہے جس کی ولادت کو تم ناجائز قرار دے رہے ہو۔ نہ حضرت مسیحؑ نے یوسف نجار کو اپنا باپ ظاہر کیا۔ قرآن حکیم نے ایک اور موقع پر یہودیوں کا یہ الزام دوہرایا ہے چنانچہ فرمایا کہ:

و بکفر هم و قولهم علی مریم بهتانا عظیما ○ (النساء آیت نمبر ۱۵۶)

(اور ان (یہود) کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر بہت بڑا بہتان باندھنے کے سبب سے ..... (ہم نے انہیں سزا دی)

سوال یہ ہے کہ یہود نے حضرت مریمؑ پر وہ کون سا بہتان باندھا تھا جسے قرآن کریم بہت بڑا بہتان قرار دے رہا ہے؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ انہوں نے حضرت مسیحؑ کی ولادت کو ناجائز حمل کا نتیجہ قرار دیا تھا اور حضرت مریمؑ کی پاک دامنی پر داغ لگانے کی مکروہ اور شرمناک کوشش کی تھی جس کی مندرجہ بالا آیت میں تردید کی گئی ہے۔ اگر یہود نے حضرت مریمؑ پر ناپاک الزام نہ لگایا ہوتا تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو ان کا الزام دہرانے کی کیا ضرورت تھی پس ثابت ہو گیا کہ یہودی حضرت مریمؑ کو ایک جھوٹے اور ناپاک الزام سے متہم کرتے تھے۔

علامہ سیوطیؒ کی رائے

اب مفسرین اور مورخین کی طرف آیئے صرف ایک مثال کافی ہو گی۔ عالم اسلام

کے جلیل القدر مفسرِ قرآن اور مورخ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی" نے اپنی تفسیر میں متعدد مقامات پر واقعہ مریمؑ و عیسیٰؑ پر بحث و گفتگو کی ہے اور ان روایات کو قبول اور پیش کیا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قوم کے اکابر نے حضرت مریمؑ پر ایک ناپاک بہتان عظیم لگایا تھا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "روایت کی ہے عبد بن حمید نے عمرو بن میمون سے۔ انہوں نے کہا کہ جب مریم نے (عیسیٰ کو) جنم دیا تو انہیں لے کر اپنی قوم کے پاس واپس آئیں اس پر انہوں (قوم کے لوگوں) نے مریم کو مارنے (سنگسار کرنے) کے لئے پتھر اٹھا لئے۔ (در منشور جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۲۷۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

یہ بڑے غور کا مقام ہے کہ جب کسی قوم میں بیٹا پیدا ہوتا ہے تو قوم کے لوگ تو خوشیاں مناتے ہیں بچے کے عزیزوں خصوصاً والدین کو مبارک سلامت کہتے ہیں۔ یہ کیسی ولادت ہے کہ بچہ کی پیدائش پر قوم کے لوگ اس کی ماں کی گود میں نوزائیدہ بچہ دیکھ کر پتھر اٹھاتے اور ماں کو سنگسار کرنے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ حضرت مریمؑ کنوارپن میں حاملہ ہو گئی تھیں اور قوم کے لوگوں نے ان پر نعوذ باللہ بدکاری کا الزام لگا کر انہیں سنگسار کرنا چاہا تھا جن لوگوں نے تورات کا مطالعہ کیا ہے انہیں معلوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے زانی اور زانیہ دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے پس قوم کے لوگوں کا حضرت مریمؑ کو سنگسار کرنے کے لئے پتھر اٹھانا اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ آپؑ پر نعوذ باللہ بدکاری کا جھوٹا الزام لگاتے تھے۔

عجیب پیدائش

فاضل مکتوب نگار نے اپنے موقف کے حق میں ایک اور قرآنی آیت پیش کی ہے بدیع السموات والارض اور خود ہی اس کا ترجمہ بھی درج فرما دیا ہے کہ (آسمان و زمین کا عجیب پیدا کرنے والا) معلوم نہیں کہ موصوف اس سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ آیت تو ان کے موقف کے صریح خلاف جا رہی ہے۔ اگر مکتوب نگار "بدیع" کا ترجمہ "عجیب پیدا کرنے والا" کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ زمین و

آسمان کو پیدا کرنے والے کے کام عجیب ہیں۔ جس طرح اس نے ایک لفظ "کن" فرما کر زمین و آسمان پیدا کر دئے اور انہیں عدم سے وجود میں لے آیا تو اس قادر مطلق کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں کہ ایک کنواری عورت کے پیٹ سے بغیر مرد کے ہاتھ لگائے بچہ پیدا کر دے کیونکہ زمین و آسمان کو تو اس نے اس حالت میں پیدا کیا جب کہ وہ کچھ بھی نہ تھے، ان کا وجود ہی نہیں تھا لیکن حضرت مریمؑ کا تو وجود تھا، وہ تو موجود تھیں، ان کے رحم میں مرد کا جرثومہ ہی پیدا کرنا تھا۔ اس "عجیب پیدا کرنے والے" کے لئے یہ ہرگز مشکل نہیں چنانچہ اس نے ان کے رحم میں مرد کا جرثومہ پیدا کر دیا اور وہ حاملہ ہو گئیں پس یہ امر تو "اس عجیب پیدا کرنے والے" کی قدرتِ کاملہ اور قدرتِ عجیبہ کے عین مطابق ہے۔

مسیحؑ کو ابنِ مریم کیوں کہا گیا؟

حضرت مسیحؑ کے بن باپ پیدا ہونے کی ایک اور محکم دلیل قرآن شریف ہی نے مہیا فرمائی ہے جو ناقابلِ شکست ہے اور وہ ہے جنابِ مسیحؑ کی اسمیت "ابن مریم"۔ یہ بڑے غور کا مقام ہے۔ اگر حضرت مسیحؑ کا باپ ہوتا تو آپؑ کو ماں کی طرف کبھی منسوب نہ کیا جاتا کیونکہ قرآن شریف میں سوائے حضرت مسیحؑ کے کسی ایک نبی کو بھی اس کی ماں کی طرف نسبت نہیں دی گئی۔ مثال کے طور پر حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاق کو حضرت ابراہیمؑ کی طرف منسوب کیا گیا جو آپؑ دونوں کے والد ماجد تھے ان دونوں نبیوں کو ان کی ماؤں کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ حضرت یعقوبؑ کو ان کے باپ اسحٰقؑ کی طرف منسوب کیا گیا ماں کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ حضرت یوسفؑ کو ان کے باپ حضرت یعقوبؑ کی طرف منسوب کیا گیا، ماں کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ حضرت موسیٰؑ کو ان کے والد عمران کی طرف منسوب کیا گیا، ماں کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ آخر سارے نبیوں میں حضرت مسیحؑ کو ان کی ماں کی طرف کیوں منسوب کیا گیا؟ اور ہر جگہ مسیح ابن مریم یا عیسیٰ ابن مریم کی نسبت سے کیوں پکارا گیا؟ اس میں یہی الٰہی حکمت تھی تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ حضرت مسیحؑ کا کوئی دنیاوی باپ نہیں تھا، وہ کسی مرد (باپ) کے بیٹے نہیں تھے بلکہ صرف اور صرف عورت (ماں) کے بیٹے

تھے۔

فاضل مکتوب نگار کے ایک ہم عقیدہ نے اپنی کتاب میں "ابن مریم" کی یہ تاویل کی ہے کہ "چونکہ جناب مسیح کے زمانے میں "جیزز" (یسوع) نام کے اور بھی لوگ موجود تھے اس لئے حضرت مسیح کو ان سے ممتاز کرنے کے لئے انہیں عیسیٰ ابنِ مریم کہا جانے لگا" ----- کیسی کچی باتیں اور کمزور تاویلیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح کو اس نام کے دوسرے لوگوں سے ممتاز کرنا ہی مقصود تھا تو انہیں ان کے (فرضی) والد کی طرف کیوں نہیں منسوب کیا گیا' ماں کی طرف کیوں منسوب کیا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا باپ نہیں تھا اس لئے انہیں ان کی ماں کی طرف نسبت دی گئی۔

"ابن مریم" کی اسمیت کے بارے میں ایک اور بہت ہی عجیب بات کہی گئی کہ چونکہ حضرت مسیح کے دعوئی نبوت کے وقت ان کے (فرضی) والد انتقال کر چکے تھے اس لئے انہیں ابنِ مریم کہا جانے لگا۔ سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کے باپ ان کے جوان ہونے کے وقت فوت ہو جاتے ہیں کیا ان سب کو ان کی ماؤں کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اور ان کے باپوں کے خانے میں سے ان کے نام کاٹ کر ماؤں کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

دوسری بات یہ کہ حضرت مسیح تو نزولِ قرآن سے قریباً چھ صدی قبل پیدا ہوئے تھے۔ قرآن کریم کے نزول کے وقت تو وہ موجود نہیں تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی کہ ان کی پیدائش کے چھ سو سال بعد انہیں عیسیٰ ابنِ مریم کے نام سے منسوب کرتا۔ اس زمانے میں تو عیسیٰ نام کا کوئی شخص فلسطین میں موجود نہیں تھا جس سے آپ کو ممتاز کرنا مقصود ہوتا بلکہ یہ واحد نام تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کے لئے تجویز فرمایا اور پھر انہیں ان کی ماں سے نسبت دی باپ سے نہیں دی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا باپ نہیں تھا۔

ابنِ ماجہ کا باپ؟

فاضل مکتوب نگار نے مغلوب الجذبات ہونے کی حالت میں ایک عجیب بات لکھ

دی فرماتے ہیں :

"اگر آپ کہیں کہ "ابنِ مریم" کیوں کہا تو "ابنِ ماجہ" کی پیدائش
کو بھی غیر فطری اصول کے تحت بغیر باپ کے مان لیا جائے۔"

موصوف کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کو ان کی ماں سے نسبت دینے کی وجہ سے اگر یہ مان لیا جائے کہ ان کا باپ نہیں تھا تو ابنِ ماجہ کے بارے میں کیا کہا جائے گا جنہیں باپ کی بجائے ماں کی طرف منسوب کیا گیا' کیا وہ بھی بغیر باپ پیدا ہوئے تھے۔

میرے فاضل دوست! آپ کے ساتھ بڑا بھاری دھوکا ہو گیا۔ ماجہ کی "ہ" کو آپ نے تانیث (مونث) کی علامت سمجھ کر مرد کو عورت بنا دیا۔

حضرت! یہ (ماجہ) ابن ماجہ" کی والدۂ محترمہ نہیں بلکہ ان کے والد بزرگوار تھے۔ محدثین اور حدیث کے مرتبین کے بارے میں بے شمار کتابیں چھپ چکی ہیں عربی میں بھی' فارسی میں بھی اردو میں بھی۔ مصر میں تو اس موضوع پر بڑا کام ہوا ہے۔ آپ کو دور جانے کی ضرورت نہیں آپ کے شہر لاہور میں ایک کتاب چھپی ہے "تذکرہ مصنفینِ درسِ نظامی" وہی پڑھ لیجئے۔ اس میں ابنِ ماجہ کے زیرِ عنوان جو باب ہے اس کی ابتدائی چند سطور آپ کی نذر ہیں :

> ابنِ ماجہ : ابو عبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ الملقب بہ ابنِ ماجہ ۲۰۹ ھ / ۸۲۴ء میں ایران کے مشہور شہر "قزوین" میں پیدا ہوئے۔ ابنِ ماجہ کے لقب کے بارے میں تذکرہ نگار کہتے ہیں کہ ان کے والد یزید' ماجہ کے نام سے مشہور تھے اس لئے یہ بطور کنیت ابن ماجہ مشہور ہوئے۔
>
> ("تذکرہ مصنفین درس نظامی" صفحہ نمبر ۳۱ مولف پروفیسر اختر راہی مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔ اردو بازار لاہور)

بنو فاطمہؓ کی نسبت

اسی قسم کے مغالطے میں فاضل مکتوب نگار کے ایک ہم مسلک (جناب ممتاز فاروقی) گرفتار ہو گئے اور انہوں نے لکھ دیا کہ :

"یہاں اس بات کا ذکر کرنا خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ بنوفاطمہ جنہوں نے ایک زمانے میں ملکِ مصر پر حکمرانی کی حضرت فاطمہؓ (رسول اللہ صلعم کی بیٹی) کی اولاد ہونے کی وجہ سے پکارے جاتے تھے اور حضرت علیؓ (ان کے شوہر) کے نام سے نہیں۔" (کسر صلیب صفحہ ۴۵)

افسوس کہ اس فاضل مولف نے بھی ایک بڑی اہم حقیقت کو نظرانداز کر دیا۔ مصر کی فاطمی سلطنت بنو ہاشم اور بنوامیہ کی دیرینہ سیاسی کشمکش کے نتیجے میں قائم ہوئی تھی۔ اس شیعی سلطنت کے داعی مسلمان عوام کے نازک مذہبی جذبات کو اپیل کر کے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد کئی شادیاں کیں ان بیویوں سے بھی بہت سی اولادیں ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب حضرت علیؓ ہی کی بیٹیاں اور بیٹے تھے مگر رسولؐ مکرم کی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے حضرت فاطمہؓ کو مسلمانوں میں جو مقامِ تقدس حاصل تھا وہ حضرت علیؓ کی دوسری بیویوں کو حاصل نہ تھا۔ مظلومِ کربلا سیدنا حضرت امام حسینؓ بھی سیدہ حضرت فاطمہؓ کے بطنِ مبارک سے پیدا ہوئے تھے جن سے اہلِ بیت رسول کی اولاد کا سلسلہ جاری ہوا پس اپنے آپ کو حضرت علیؓ کی بجائے حضرت فاطمہؓ سے نسبت دینا ایک سیاسی ضرورت تھی تاکہ مسلمان عوام کو یہ باور کرایا جائے کہ بنو فاطمہ کے نام سے جو لوگ عَلمِ جنگ اٹھا کر نکلے ہیں یہ حضرت علیؓ کی اس بیوی کی اولاد ہیں جن کا نام فاطمہؓ تھا اور جو رسولِؐ اقدس کی بیٹی تھیں۔ اپنے آپ کو حضرت علیؓ سے نسبت دینے سے یہ وضاحت نہیں ہوتی تھی کہ مصر پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے حضرت علیؓ کی کون سی بیوی کی اولاد ہیں اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو بنو علیؓ کی بجائے بنی فاطمہؓ کی نسبت سے شہرت دی۔ یہ ایک سیاسی حکمت عملی تھی اور اس طرح حضرت فاطمہؓ کے مقدس نام سے فائدہ اٹھانا مقصود تھا لیکن حضرت مسیحؑ کو حضرت مریمؑ سے نسبت دینے میں تو کوئی سیاسی مصلحت کارفرما نہیں تھی۔ یہ نسبت تو جنابِ مسیحؑ کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی (نعوذ باللہ) کوئی سیاسی مقصد تھا کہ حضرت مسیحؑ کا باپ ہونے کے باوجود اس نے باپ کو چھوڑ کر اپنے اس نبی کو اس کی ماں سے نسبت دے دی، فتدبروا۔

مسیحؑ کو ماں کی اطاعت کا حکم

اب ایک آخری بات جس نے اس نزاع کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دیا۔ جن لوگوں نے قرآن کریم پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں والدین کی اطاعت و خدمت کا حکم دیا ہے یعنی ماں اور باپ دونوں کی اطاعت اور خدمت کا۔ صرف ماں یا صرف باپ کی خدمت و اطاعت کا حکم نہیں دیا۔ اس حکم اور ہدایت سے سارا قرآن شریف معمور ہے مثال کے طور پر:

وبالوالدین احسانا (النساء آیت نمبر ۳۷)

(اور اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان کرو)

ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا (عنکبوت آیت نمبر ۸)

(اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کی ہدایت کی)

ووصینا الانسان بوالدیہ (لقمان آیت نمبر ۱۴)

(اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ (شکر و احسان کا سلوک کرنے کی ہدایت کی)

وبالوالدین احسانا (بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۳)

(اور اپنے والدین کے ساتھ احسان سے پیش آؤ)

آپ نے دیکھا کہ ان آیات میں سے کسی ایک آیت میں بھی صرف ماں یا صرف باپ کی خدمت کا حکم نہیں دیا گیا لیکن حضرت مسیحؑ دنیا کے واحد نبی اور واحد انسان ہیں جنہیں صرف ماں کی خدمت کا حکم دیا گیا چنانچہ آپؑ اللہ تعالیٰ کے حضور اظہارِ تشکر کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ:

وبرا بوالدتی (مریم آیت نمبر ۳۲)

(اللہ تعالیٰ نے مجھے) میری ماں کا خدمت گذار بنایا ہے)

یہ بڑے غور کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو تو (عمومی طور پر) یہ نصیحت فرما رہا ہے کہ اپنے والدین (ماں اور باپ دونوں) کی خدمت کرو مگر حضرت مسیحؑ کو صرف

ماں کا خدمت گزار بنایا جا رہا ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ اگر حضرت مسیحؑ کا کوئی باپ ہوتا تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی "والدین" کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے کا حکم دیتا۔ والد کے ہوتے ہوئے صرف والدہ کی خدمت اور اطاعت کرنے کا کبھی حکم نہ دیتا لیکن حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ میرے رب نے مجھے میری ماں کی خدمت کا حکم دیا ہے پس اس سے ثابت ہو گیا آپؑ کا کوئی باپ نہیں تھا ورنہ آپ کے لئے بھی "بالوالدین" کے الفاظ استعمال کئے جاتے جو استعمال نہیں کئے گئے بلکہ "بوالدتی" کے الفاظ استعمال کئے گئے یعنی مجھے میری والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے اور ان کی خدمت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یحییٰؑ کی معجزانہ پیدائش

فاضل مکتوب نگار تو حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو قانون قدرت کے خلاف قرار دے رہے ہیں، قرآن شریف تو ایک اور بہت بڑی شخصیت کی نشاندہی فرماتا ہے جو غیر معمولی حالات میں محض خدا کی قدرت سے پیدا ہوئی جس میں خالص یعنی صرف انسانی دخل نہیں تھا، وہ ہیں حضرت یحییٰؑ۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا ○ اذ نادیٰ ربہ نداء خفیا ○ الخ

(سورۂ مریم آیت نمبر ۲ تا ۹)

(یعنی) "یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر نازل فرمائی جب اس نے اپنے رب کو پوشیدہ طور پر (آہستگی سے یا دل میں) پکار کر عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں (بڑھاپے کی وجہ سے) کمزور ہو چکی ہیں اور (اسی بڑھاپے کی وجہ سے) میرا سر بھڑک اٹھا ہے اور (اس سے قبل کبھی میں) آپ سے مانگنے میں اے میرے رب! ناکام نہیں رہا اور میں اپنے بعد (اپنے) رشتہ داروں کے سلوک سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے سو (اس صورت میں) آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث (بیٹا) عطا فرمائیے کہ وہ (میرے علومِ خاص میں) میرا وارث بنے اور یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اے میرے ربَ اسے

اپنا پسندیدہ (بندہ) بنائیے گا۔ (اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) اے زکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہو گا (اور) اس سے قبل یہ نام ہم نے کسی کو نہیں دیا۔ (زکریا نے) عرض کیا اے میرے رب میرے ہاں کس طرح اولاد ہو گی جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور (ادھر) میں بڑھاپے کی انتہائی حد کو پہنچ چکا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ "اسی طرح ہے" ----- (یعنی تو ٹھیک کہتا ہے) مگر اس کے باوجود تیرے ہاں بیٹا ہو گا (اے زکریا) تیرا رب فرماتا ہے کہ (یہ امر) میرے لئے آسان ہے اور میں نے تم کو پیدا کیا حالانکہ تم پیدائش سے پہلے کچھ بھی نہ تھے۔"

ان آیات کی رو سے اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو بیٹے کی بشارت دیتا ہے جو خود اعتراف کر رہا ہے کہ وہ بڑھاپے کی انتہائی حد کو پہنچ چکا ہے جہاں مرد اس قابل نہیں رہتا کہ عورت کے پاس جا کر وہ فعل سرانجام دے سکے جس کے نتیجے میں اولاد پیدا ہوتی ہے۔ دوسری کمزوری اپنی بیوی کی بیان کر رہا ہے کہ وہ بانجھ ہے اور بانجھ عورت کے اولاد نہیں ہوتی۔ اگر بانجھ کے اولاد ہو جائے تو وہ بانجھ نہیں کہلاتی مگر حضرت زکریاؑ اعتراف کر رہے ہیں کہ ان کی بیوی بانجھ ہے' ان دونوں صورتوں میں اولاد کی پیدائش ناممکن ہے۔ فاضل مکتوب نگار اپنے مکتوبِ گرامی میں قانون قدرت پر بہت زور دیتے ہیں' یہاں دونوں باتیں قانونِ قدرت کے خلاف ہیں یعنی شوہر کی قوتِ مجامعت کا بڑھاپے کی انتہائی حد کو پہنچ جانے کی وجہ سے ختم ہو جانا جس کے نتیجے میں وہ اپنی بیوی کے پاس جانے کے قابل نہیں رہا۔ دوسری طرف عورت کا بانجھ ہونا۔ ظاہری قانونِ قدرت کی رو سے ایسے میاں بیوی کے ہاں اولاد نہیں ہونی چاہئے اس لئے حضرت زکریاؑ اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کرتے ہیں کہ ہم دونوں اس حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ اولاد کی پیدائش ناممکن ہے۔ اب اے میرے رب! ایک ہی صورت باقی رہ گئی ہے کہ تو اپنی قدرت کاملہ کا نشان دکھا اور:۔

"خاص اپنے پاس سے"

مجھے وارث (بیٹا) عطا فرما۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰؑ حضرت زکریاؑ کے بیٹے ضرور تھے مگر ان کی پیدائش میں قدرتِ الٰہی کام کر رہی تھی جس طرح حضرت

مسیحؑ کی پیدائش میں قدرتِ الٰہی کام کر رہی تھی گویا حضرت یحییٰؑ عام حالات میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ خاص حالات میں اور ظاہری قانونِ قدرت کے خلاف پیدا ہوئے جس میں خالص انسانی دخل نہیں تھا بلکہ خدا کی قدرتِ کاملہ بھی شامل تھی۔

یحییٰؑ اور مسیحؑ میں مماثلت

یہاں ایک اور پہلو بھی ہماری توجہ چاہتا ہے اور وہ ہے حضرت یحییٰؑ اور حضرت مسیحؑ میں مماثلت۔ یہ مماثلت اس قدر حیرتناک ہے کہ انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ بلاشبہ اس میں ایک خاص حکمتِ الٰہی کار فرما ہے مثلاً:۔

(۱) دونوں (حضرت یحییٰؑ اور حضرت مسیحؑ) کی پیدائش ظاہری قوانینِ قدرت کے خلاف اور غیر معمولی حالات میں ہوئی۔

(۲) حضرت یحییٰؑ کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے انہیں بچپن میں حکم (نبوت) عطا کی اور لفظ "صَبِیًّا" استعمال فرمایا جس کے معنی "بچپن" ہیں۔ (مریم آیت نمبر ۱۲)

(۳) حضرت مسیحؑ کے بارے میں بھی فرمایا کہ انہوں نے بچپن میں اعلان کیا کہ مجھے کتاب اور نبوت عطا کی گئی ہے ان کے لئے بھی لفظ "صَبِیًّا" استعمال کیا (مریم آیت ۳۰

(۴) حضرت یحییٰؑ کے بارے میں فرمایا کہ وہ سردار ہوں گے۔ (آل عمران آیت ۳۹)

(۵) حضرت مسیحؑ بھی قرآن حکیم میں فرماتے ہیں کہ میں دنیا اور آخرت میں وجیہہ (سردار، صاحب عزت اور صاحب اقتدار) ہوں گا (آل عمران آیت نمبر ۴۵)

(۶) حضرت زکریاؑ کو ہدایت کی گئی کہ تم تین دن تک کسی سے کلام نہ کرنا (یا تین دن تک کلام نہیں کرو گے) (آل عمران آیت نمبر ۴۱)

(۷) ادھر حضرت مریمؑ کو ہدایت کی گئی کہ بچے کی ولادت کے بعد اگر کسی کو اس بارے میں اعتراض کرتا دیکھو تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ میں نے تو اپنے رحمٰن خدا کے واسطے آج روزے کی نیت کر رکھی ہے اس لئے میں آج کسی سے کلام نہیں کروں گی۔

(۸) حضرت یحییٰؑ کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے والدین کے خدمت گزار تھے اور سرکش و نافرمان نہیں تھے۔ (مریم آیت نمبر ۱۴)

(۹) ادھر حضرت مسیحؑ بھی یہی فرماتے ہیں کہ :۔ "اور اس (اللہ) نے مجھے میری

والدہ کا خدمت گذار بنایا ہے' اس نے مجھے سرکش' سخت دل اور ظالم نہیں بنایا (مریم آیت نمبر ۲۲)

(۱۰) حضرت یحییٰ کے بارے میں فرمایا کہ اس پر سلامتی ہو جس دن کہ وہ پیدا ہوا اور جس دن فوت ہو گا اور جس دن دوبارہ زندہ کر کے (روز قیامت) اٹھایا جائے گا۔ (مریم آیت نمبر ۱۵)

(۱۱) من و عن یہی کچھ حضرت مسیحؑ اپنے بارے میں فرماتے ہیں:۔ "اور مجھ پر (اللہ کی طرف سے) سلامتی ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں وفات پاؤں گا اور جس روز (قیامت کے دن) مجھے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا (مریم آیت نمبر ۳۳)

(۱۲) حضرت زکریاؑ کے یہ عرض کرنے پر کہ "میں انتہائی بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے پھر میرے ہاں بیٹا کیسے پیدا ہو گا؟" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

قال ربک هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ (مریم آیت نمبر ۹)

(تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ میرے لئے یہ آسان ہے)

(۱۳) ادھر جب فرشتہ حضرت مریمؑ کو بیٹے کی بشارت دیتا ہے تو وہ بھی کہتی ہیں کہ مجھے تو کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا پھر میرے ہاں بیٹا کیسے پیدا ہو گا یہاں بھی اللہ تعالیٰ وہی جواب دیتا ہے جو حضرت زکریا کو دیا تھا ایک لفظ بلکہ ایک حرف کا بھی فرق نہیں چنانچہ فرمایا:۔

قال ربک هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ (مریم آیت نمبر ۲۱)

(تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ میرے لئے یہ آسان ہے)

گویا دونوں (حضرت زکریاؑ اور حضرت مریمؑ) کے ہاں بچہ پیدا ہونا غیر ممکن تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے لئے یہ کچھ مشکل نہیں بلکہ بہت آسان ہے۔ دونوں کے جواب میں فرمایا کہ "کذالک" (ایسا ہی ہے) دوسرے الفاظ میں تم ٹھیک کہتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔

یہ بڑے غور کا مقام ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے دونوں میں اس قدر مماثلتیں کیوں بیان فرمائیں۔ اس کا ایک ہی مقصد تھا تاکہ دنیا کو بتا دیا جائے کہ حضرت زکریاؑ اور حضرت مریمؑ دونوں ایک ہی حالت میں تھے۔ دونوں کے ہاں اولاد پیدا ہونا غیر ممکن تھا

پس اللہ تعالیٰ نے دونوں کو اپنی قدرتِ کاملہ سے اولاد عطا فرمائی۔ گویا اگر خاص الٰہی تصرف نہ ہوتا تو دونوں کے ہاں اولاد نہ ہوتی۔

مسیحؑ کی پیدائش حدیث کی روشنی میں

فاضل مکتوب نگار نے اپنے موقف کی صداقت ثابت کرنے کے لئے حدیث سے بھی استدلال کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

> "مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ نجران کا وفد مدینہ آتا ہے اور نبی کریم ﷺ سے سوال کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے سوال کے جواب میں حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
>
> **ان عیسیٰ حملته امه کما تحمل المرأة ثم وضعته کما تضع المرأة** (روح المعانی جلد نمبر ۳ صفحہ ۷۵)
>
> یعنی عیسیٰ کو اس کی ماں نے حمل میں لیا' جس طرح عورتیں حمل میں لیتی ہیں پھر اسے جنا جس طرح عورتیں بچہ جنتی ہیں۔"

یہ حدیث اور اس کا ترجمہ درج کرنے کے بعد مکتوب نگار لکھتے ہیں کہ "آپ اس حدیث پر غور کریں' کیا رسول کریم ﷺ نے بن باپ پیدا ہونے کی ذرا بھی گنجائش چھوڑی ہے؟"

دراصل یہ حدیث ایک طویل حدیث کا محض ٹکڑا ہے جو مکتوب نگار نے "روح المعانی" سے لیا ہے۔ "روح المعانی" حدیث کی نہیں تفسیر کی کتاب ہے جو علامہ آلوسیؒ کی تالیف ہے۔ علامہ آلوسی تیرھویں صدی ہجری میں گذرے ہیں۔ ان کی وفات ۱۲۷۰ ھ میں ہوئی تھی۔ ان کی یہ روایت جس طویل حدیث کا محض ایک ٹکڑا ہے وہ مکمل حدیث علامہ آلوسیؒ سے پورے آٹھ سو سال قبل ممتاز مفسر قرآن علامہ ابی الحسن علی بن احمد الواحدیؒ نیشاپوری نے جن کا سنہ وفات ۴۶۸ ھ ہے اپنی کتاب "اسباب النزول" میں درج کی ہے۔ اس مکمل حدیث کے مطالعے سے اصل حقائق پوری طرح نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔ اب وہ مکمل حدیث ملاحظہ فرمایئے (ترجمہ):

"رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں "نجران" (کے عیسائیوں کا)

ایک وفد حاضر ہوا جو ساٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ گھوڑوں پر سوار تھے۔ اس وفد میں ان لوگوں کے چودہ رؤسا بھی شامل تھے۔ وفد کے لوگوں نے ان چودہ سرداروں میں سے تین (صاحبِ علم) افراد کو اپنا نمائندہ مقرر کیا۔ ان میں سے ایک کا نام عبدالمسیح تھا' جو ان کا امیر قوم تھا اور جس کی رائے اور مشورے کے بغیر کوئی کام انجام نہیں پاتا تھا۔ دوسرا "ا۔ یحم" نامی سردار تھا جو ان کا امیرِ کارواں تھا اور تیسرے کا نام ابو حارثہ بن علقمہ تھا جو ان کا پیشوائے اعظم اور ان میں سب سے بڑا اور ممتاز عالمِ دین تھا۔ یہ اتنا جید عالم تھا کہ روم کے بادشاہ اس کی عزت کرتے تھے' اس کو دوست جانتے تھے اور اس کے علم اور اجتہاد کی وجہ سے اس کی خاطر گرجے تعمیر کرائے تھے۔ یہ لوگ نمازِ عصر کے وقت حضورؐ اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس دوران ان کی عبادت کا وقت ہو گیا تھا چنانچہ انہوں نے مسجد نبوی میں (اپنے طریقے کے مطابق) مشرق کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی اور حضورؐ نے انہیں اپنی مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ اس کے بعد وفد کے سرداروں نے حضورؐ سے گفتگو شروع کی۔ آپؐ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے جواباً" کہا کہ ہم تو پہلے ہی اسلام لا چکے ہیں (یعنی اپنے خیال میں مومن ہیں) حضورؐ نے فرمایا تم دونوں جھوٹ بولتے ہو کیونکہ تمہارے اسلام قبول کرنے میں تمہارے یہ عقائد رکاوٹ بنے ہوئے ہیں (یعنی) تم کہتے ہو کہ اللہ کا بیٹا ہے۔ تم صلیب کی پرستش کرتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو۔ انہوں نے حضورؐ سے سوال کیا کہ اگر حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے نہیں ہیں تو ان کا باپ کون ہے؟ اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں حضورؐ سے بحث و تکرار شروع کر دی۔

حضورؐ نے ان سے سوال کیا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ بیٹے میں باپ کی صفات پائی جاتی ہیں (یعنی اگر حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے ہیں تو ان میں بھی اپنے باپ (خدا) کی صفات پائی جانی چاہئیں) انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ان سے سوال کیا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارا خدا ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس پر کبھی موت نہیں آئے گی جبکہ عیسیٰ پر یقیناً فنا آ گئی۔ انہوں نے جواب دیا کہ "ہاں"۔ حضورؐ نے سوال کیا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب (اس کائنات اور اس کی) تمام چیزوں کو قائم رکھتا' سب کا محافظ اور سب کا رازق ہے انہوں

نے جواب دیا کہ "ہاں۔" پھر حضورؐ نے سوال کیا کہ کیا ان میں سے کوئی چیز عیسیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "نہیں"۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے رحم (رحم مادر) میں عیسیٰؑ کو اپنی حسب منشا صورت عطا فرمائی (پھر فرمایا) اور ہمارا رب نہ کھانے کا محتاج ہے نہ پینے کا، نہ وہ حادث (مخلوق) ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ "ہاں"۔ حضور نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ عیسیٰؑ اپنی ماں کے پیٹ میں اسی طرح رہے جس طرح عورتوں کے بچے ان کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ پھر ان کی ماں نے انہیں اسی طرح جنم دیا جس طرح عورتیں اپنے بچوں کو جنم دیتی ہیں۔ پھر اس (عیسیٰؑ) نے اسی طرح غذا پر پرورش پائی جس طرح بچہ غذا پر پلتا ہے۔ پھر فرمایا عیسیٰؑ کھانا کھاتے تھے، پانی پیتے تھے اور پیشاب پاخانہ کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا "ہاں"۔ تب حضورؐ نے فرمایا کہ پھر تمہیں جن باتوں کا زعم ہے (اپنے جن عقائد پر نازاں ہو) وہ کیسے درست ہو سکتے ہیں اس پر وہ لاجواب ہو گئے۔"

("اسباب النزول" سورہ آل عمران صفحہ نمبر ۵۳ تالیف علامہ ابی الحسن علی بن احمد الواحدی نیشاپوری۔ الطبعة الثانیہ ۱۳۸۷ھ = ۱۹۶۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحبلی مصر)

ہم نے یہ مکمل حدیث اس لئے پیش کی ہے تاکہ فاضل مکتوب نگار نے اس کا ایک ٹکڑا پیش کر کے جو مفہوم حاصل کرنا چاہا ہے اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔

حضورؐ اقدس کی تصدیق کہ مسیحؑ بن باپ پیدا ہوئے

اس حدیث مبارک کا سب سے زیادہ اہم اور قابل غور حصہ وہ ہے جس میں حضورؐ اقدس کے ایک سوال کے جواب میں عیسائیوں کے فاضل علما آپؐ سے دریافت کرتے ہیں کہ:

"ان لم یکن عیسیٰ ولد اللہ فمن ابوہ"

(اگر حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے نہیں تھے تو (بتائیے) ان کا باپ کون ہے)

اس سوال کے جواب میں آنحضرتؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ "یوسف نجار" ان کا باپ تھا۔ اگر حضورؐ کا خیالِ مبارک اور آپؐ کا عقیدہ یہ ہوتا کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے بلکہ ان کا تو باپ موجود تھا اور اس کا نام یوسف نجار تھا تو آپؐ

عیسائی علما کو بتاتے اور ان کی اصلاح فرما دیتے مگر آپؐ نے حضرت عیسیٰؑ کے باپ کا قطعاً ذکر نہیں کیا نہ اس کا نام لیا۔

اس حدیث سے ایک اور بہت بڑی حقیقت سورج کی طرح روشن ہو گئی اور وہ یہ کہ آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل بھی مسیحیوں کا اجتماعی عقیدہ یہی تھا کہ حضرت مسیحؑ بن باپ کے پیدا ہوئے اور یوسف نجار ہرگز ان کا باپ نہیں تھا۔ اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا اور وہ یوسف نجار کو جناب مسیحؑ کا باپ سمجھ رہے ہوتے تو ان کے جید اور فاضل علما جنہیں ان کے علم و فضل کی وجہ سے شاہانِ روم کے درباروں تک میں عزت و تکریم حاصل تھی حضورؐ اقدس سے کبھی یہ جاہلانہ سوال نہ کرتے کہ:

"اگر عیسیٰ اللہ کے بیٹے نہیں تھے تو (بتایئے) ان کا باپ کون تھا؟"

اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش کے قائل تھے۔
حدیث کے اس حصے نے فاضل مکتوب نگار اور ان کے ہم مسلک جناب ممتاز احمد فاروقی کی ان تمام تاویلات کا حرفِ غلط کی طرح خاتمہ کر دیا جو انہوں نے اپنی کتاب "کسرِ صلیب" میں پیش کی ہیں کیونکہ حدیث رسولؐ کے مقابلے میں کسی عیسائی اور یہودی مورخ کی موشگافیوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ پھر حضورؐ کا یہ فرمانا کہ:

"ان عیسیٰ حملته امه کما تحمل المراۃ ر وضعته کما تضع المراۃ۔"

(یعنی عیسیٰ اپنی ماں کے رحم میں اسی طرح رہے جس طرح دوسری عورتوں کے بچے اپنی ماؤں کے رحموں میں پرورش پاتے ہیں اور عیسیٰؑ کی ماں نے انہیں اسی طرح جنم دیا جس طرح دوسرے بچوں کی مائیں اپنے بچوں کو جنم دیتی ہیں) فاضل مکتوب نگار بتائیں کہ اس حدیثِ مبارک کے کس لفظ سے حضرت مسیحؑ کے بن باپ پیدا ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ اگر فاضل مکتوب نگار غور فرمائیں تو اس پوری حدیث میں دراصل حضرت عیسیٰ کے خدا (تین میں سے ایک خدا) ہونے کی نفی کی گئی ہے اور زبانِ رسالت سے ارشاد ہوا ہے کہ خدا (نعوذ باللہ) رحم میں پرورش نہیں پاتا" نہ عورتیں اسے پیٹ میں اٹھائے اٹھائے پھرتی ہیں۔ یہ سب امور خداوند تعالیٰ کی پاک بلکہ مقدس ترین شان کے خلاف اور اس کی صریحاً" توہین کرنے کے مترادف ہیں۔ گویا اس حدیثِ مبارک میں دراصل حضرت مسیحؑ کے خدا ہونے کی نفی کی گئی ہے اور مسیحیوں کا ڈیڑھ ہزار سال

قدیمی یہ عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ بن باپ پیدا ہوئے تھے۔

دربار نجاشی میں جعفرؓ طیار کا بیان

احادیث و آثار صحابہ میں حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش کے بارے میں جو تصریحات ملتی ہیں ان میں ایک واضح ترین تصریح مشہور صحابیٔ رسولؐ اور حضورؐ کے عم زاد حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی وہ تقریر ہے جو آپؓ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں اس کے روبرو کی تھی۔ شاہ نجاشی نے جو مسیحی مذہب کا پیرو تھا حضرت جعفرؓ سے پوچھا کہ تم لوگ عیسیٰؑ ابن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ حضرت جعفر نے جواب دیا کہ:-

> ہمارے نبی پر ان (عیسیٰؑ ابن مریمؑ) کے بارے میں جو نازل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے، اس کے نبی اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریمؑ میں ڈالا اور وہ (مریمؑ) کنواری اور پارسا تھیں" (السیرۃ النبویہ لابن ھشام ص ۳۳۷ القسم الاول منشورات۔ دارالخلود بیروت (لبنان)

کیا کوئی شخص سوچ بھی سکتا ہے کہ حضورؐ اقدس کا عم زاد بھائی اور آپؐ کا مقدس صحابی (حضرت جعفرؓ طیار) بادشاہِ حبشہ کے دربار میں حضورؐ کی غلط نمائندگی کرتا اور آپؐ کی طرف وہ الفاظ اور عقیدہ منسوب کرتا جس سے آپؐ کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اگر اس نے آپؐ کی غلط نمائندگی کی ہوتی تو حضورؐ اس سے بازپرس فرماتے اور اجتماع عام میں اس کی تردید فرماتے کہ جعفر نے نجاشی کے سامنے عیسیٰؑ ابن مریم کی پیدائش کے بارے میں جو کچھ کہا وہ ہرگز میرا عقیدہ نہیں لیکن آپؐ نے کبھی اس کی تردید نہیں فرمائی پس ثابت ہوا کہ حضورؐ اقدس کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے جس کا حضرت جعفرؓ طیار نے بادشاہ نجاشی کے روبرو بھرے دربار میں اعلان کیا تھا جہاں صحابہ رسولؐ کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ سب سے اہم اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ روایت اس مقتدر و محترم ہستی کی ہے جسے اس واقعے کے بعد حضورؐ کی زوجۂ محترمہ بننے کا شرف حاصل ہوا یعنی ام المومنین حضرت ام سلمہؓ۔

حضرت ابن عباسؓ کا مسلک

کون نہیں جانتا کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بڑے پائے کے مفسر قرآن تھے اور حضورؐ اقدس کے شاگرد خاص۔ اگر آپؓ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے تو حضرت ابن عباسؓ اس سے بخوبی واقف ہوتے کیونکہ آپؓ نے حضورؐ اقدس سے براہ راست قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی مگر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے سورہ آل عمران کی متعلقہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے اس نے بقول ایک فاضل محقق گویا سورج چڑھا دیا چنانچہ فرماتے ہیں :۔

"قالت انی یکون لی غلام و لم یمسسنی بشر یعنی زوجا ولم اک بغیا ای مومسة قال جبریل کذالک یعنی ھکنا قال ربک ھو علی ھین خلقه من غیر بشر و لنجعله آیة للناس یعنی عبرة والناس ھنا للمؤمنین خاصة و رحمة لمن صدق بانه رسول اللّٰه و کان امرا مقضیا یغی کائنا ان یکون من غیر بشر"

(درمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۶۵ از علامہ جلال الدین سیوطیؒ مطبوعہ قم (ایران)

(یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ) فرماتے ہیں کہ "حضرت مریم" نے (فرشتے سے) کہا کہ (بھلا) میرے ہاں بیٹا کیسے پیدا ہو جائے گا حالانکہ کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔ جبریل نے جواب دیا کہ اسی طرح ہو گا (کیونکہ) تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ میرے لئے یہ بات آسان ہے کہ وہ بغیر کسی مرد کے اسے (حضرت عیسیٰ کو) پیدا کر دے تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشان بنائیں (حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ) یہاں لوگوں سے مراد صاحبِ ایمان لوگ ہیں۔ (پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) اور ہماری طرف سے یہ (حضرت عیسیٰ) رحمت ہوں گے ان کے لئے جنہوں نے تصدیق کی کہ وہ اللہ کے رسول ہیں (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) اور اس امر کا فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ وہ (عیسیٰ) بغیر مرد (باپ) کے پیدا ہوں گے۔"

فاضل مکتوب نگار غور فرمائیں کہ رسول اقدسؐ کے جید صحابی اور شاگرد خاص حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے حضرت مسیحؑ کے بن باپ پیدا ہونے کے بارے میں کسی شک کی گنجائش چھوڑی؟

ابن عباسؓ کا ایک اور قول

اور آگے چلئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک اور مقام پر حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش کی تصدیق کرتے ہیں چنانچہ قرآن کے ارشاد ان مثل عیسیٰ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

"بے شک عیسیٰ کی بن باپ پیدائش کی مثال اللہ کے نزدیک ایسی ہے جیسا کہ آدم کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بے ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے فرمایا کہ "ہوجا" وہ ہو گیا۔ ایسے ہی عیسیٰ کو بھی کہا گیا کہ بغیر باپ کے ہو جا اصل عربی الفاظ یہ ہیں کہ :

قال لہ عیسیٰ کن فیکون ولدًا بلا اَبٍ"

"اور وہ (پیدا) ہو گیا۔ یہ سچی خبر اور حق ہے۔ عیسیٰ نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے تھے اور نہ اس کے شریک تھے پس عیسیٰ کے بغیر باپ تخلیق کرنے کے بارے میں جو بیان کیا گیا ہے اس میں شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔"

(درمنثور جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۹ از حضرت علامہ سیوطی" (حاشیہ) مطبوعہ دار المعرفت بیروت)

قانونِ قدرت اور آتشِ نمرود

فاضل مکتوب نگار نے عقل پر بہت زور دیا ہے گویا وہ فرماتے ہیں کہ جو بات عقل کے خلاف ہو وہ قانون قدرت کے بھی خلاف ہے اس لئے ایسی بات قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ عقل کو رخصت کر دینے سے سارا نظامِ کائنات ٹھپ ہو کر رہ جائے گا، عقل سے ضرور کام لینا چاہئے اور قانونِ قدرت کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہماری محدود عقل نے سارے قوانینِ قدرت کا احاطہ کر لیا ہے؟ معلوم نہیں اس کائنات کے کتنے راز ہیں جو ابھی تک ہماری نگاہوں

سے او جھل ہیں۔ دنیا میں آئے دن جو عجائب و غرائب رونما ہوتے رہتے ہیں کیا ان کی کوئی عقلی توجیہہ کی جا سکتی ہے۔ ایک کم عقل سے کم عقل آدمی بھی جانتا ہے کہ قانونِ قدرت ہے کہ جو شخص آگ میں ہاتھ ڈالے گا اس کا ہاتھ جل جائے گا' آگ میں ہاتھ ڈالنے والا مومن ہو یا کافر۔ لیکن بادشاہِ وقت نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال دیا مگر آگ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ وہ آگ بھی معمولی آگ نہ تھی بلکہ قرآن کریم کی رو سے:

قالوا ابنو اله بنیانا" فا القوه فی الجحیم ○ (الصفٰ آیت ۹۷)

یعنی (نمرود اور اس کے درباریوں نے) کہا کہ "اس (ابراہیم) کے چاروں طرف دیواریں بناؤ اور (ان کے درمیان آگ جلا کر پھر اسے اس شعلے مارتی ہوئی) آگ میں ڈال دو۔"

گویا نمرود اور اس کے درباریوں کا مقصد یہ تھا کہ جس آگ میں حضرت ابراہیمؑ کو ڈالنا ہے اس کے چاروں طرف دیواریں اٹھا کر ہر جانب سے اس کا احاطہ کر لو تاکہ اس کے شعلے باہر نہ نکل سکیں اور اس قدر حدت پیدا ہو جائے کہ دیواریں تک تپ اٹھیں اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ حضرت ابراہیمؑ اس آگ کے جس حصے میں بھی گریں گے وہ انہیں جلا کر خاکستر کر دے گی اور دیواروں کی تپش اور ان سے نکلنے والی آنچ حضرت ابراہیمؑ کو کسی طرف بھاگنے کا موقع نہیں دے گی لیکن اس کے باوجود حضرت ابراہیمؑ اس آگ میں زندہ سلامت رہے اور قرآن شریف کے ارشاد کی رو سے آگ ٹھنڈی ہو کر ان کی سلامتی کا موجب بن گئی۔

ہمیں بتایا جائے کہ قانونِ قدرت کے لگے بندھے اصولوں کی رو سے اس واقعے کی کیا توجیہہ کی جائے گی؟ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ قانونِ قدرت کے تابع نہیں' قانونِ قدرت اللہ تعالیٰ کے تابع ہے۔ آگ میں جلانے کی خاصیت اللہ تعالیٰ ہی نے رکھی ہے وہ جب چاہے آگ کو اس خاصیت سے محروم کر سکتا ہے چنانچہ وہ خود فرماتا ہے کہ ہم نے ابراہیم کو بچانے کی خاطر آگ کو ٹھنڈا کر دیا' اس میں جلانے کی جو تاثیر اور خاصیت تھی اسے خنکی سے بدل دیا اور آگ ابراہیم کا کچھ نہ بگاڑ سکی اس آیت مبارکہ میں یہی واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ:

قلنا ینار کونی بردا" و سلما" علی ابراهیم (الانبیاء آیت نمبر ۶۹)

یعنی ہم نے کہا (آگ کو حکم دیا کہ) "اے آگ تو ابراہیم کے لئے ٹھنڈی ہو جا اور اس کے لئے سلامتی کا موجب بن جا۔"

پس جو ہستی شعلے مارتی ہوئی آگ سے جلانے کی خاصیت سلب کر سکتی ہے اور ہمارے عام تنوروں کی آگ سے لاکھوں گنا شدت رکھنے والے آگ کے طویل و عریض الاؤ میں ایک شخص کی حفاظت کر کے اسے نجات دے سکتی ہے تو کیا وہ رحم میں زنانہ جرثومے کے ساتھ مردانہ جرثومہ پیدا کرنے اور دونوں جرثوموں کو باہم ملا کر بچہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ آخر یہاں پہنچ کر ہم اس کی قدرت کا کیسے انکار کر سکتے ہیں جب کہ وہ خود بھی فرماتا ہے کہ ہم نے ایک شخص (عیسیٰؑ) کو بن باپ پیدا کیا۔

مسیحؑ کی پیدائش سائنس کی رُو سے

فاضل مکتوب نگار نے اپنے موقف کی تائید میں سائنس کا بھی سہارا لیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "بغیر منفی اور مثبت کے ملاپ سے بچہ پیدا ہونا ممکن نہیں ہے یہاں تک کہ بجلی کے مثبت اور منفی تار جب ملتے ہیں تو ہی روشنی کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔"

کتنے خوبصورت اور دلکش الفاظ ہیں جو فاضل مکتوب نگار نے اپنے موقف کی صداقت کے حق میں استعمال فرمائے ہیں۔ ہمیں بھی ان سے اتفاق ہے کہ مثبت اور منفی کے ملاپ کے بغیر بچہ پیدا نہیں ہوتا نہ انسان کا نہ روشنی کا۔ آیئے دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنی قدرت کاملہ کا نشان دکھایا اور منفی اور مثبت کا ملاپ کر کے ایک حضرت مسیحؑ ہی نہیں کتنے ہی بچے باپ کے بغیر پیدا کر دیئے۔

استقرارِ حمل کی سائنسی تھیوری

آیئے پہلے اس تھیوری کا مختصر سا جائزہ لیں جس کے تحت حمل قرار پاتا ہے اور لڑکے یا لڑکی کی پیدائش عمل میں آتی ہے۔ کوشش کی جائے گی کہ غیر ضروری تفاصیل اور ایسی اصطلاحات کے استعمال سے گریز کیا جائے جو مضمون کو ادق اور مشکل بنا دیتے ہیں۔

علم حیاتیات کے ماہرین کی تحقیق اور سائنسی مشاہدے نے ثابت کیا ہے کہ عام طور پر مرد کے مادۂ تولید میں دو قسم کے کروموسوم (Chromosome) ہوتے ہیں ایک

کو ایکس (X) اور دوسرے کو وائی (Y) کہتے ہیں ایکس (X) مادہ کروموسوم ہوتا ہے اور وائی (Y) نر کروموسوم۔ عورت کے مادۂ تولید (بیضے) میں صرف ایک قسم کا کروموسوم ہوتا ہے جسے ایکس (X) کہتے ہیں یعنی مادہ کروموسوم' اس کے پاس وائی (Y) یعنی نر کا کروموسوم نہیں ہوتا۔ مرد اور عورت کے جنسی ملاپ کے وقت مرد کی طرف سے خارج ہونے والے کروموسوم میں سے اگر ایکس (X) یعنی مادہ کروموسوم عورت کے (رحم کے) بیضے میں داخل ہو جائے تو لڑکی پیدا ہو گی کیونکہ عورت کے پاس بھی ایکس (X) یعنی مادہ کا کروموسوم تھا اور مرد کی طرف سے بھی ایکس (X) یعنی مادہ کا کروموسوم آیا اس طرح ایکس' ایکس یعنی دو ایکس ملنے سے لڑکی ہی پیدا ہو سکتی ہے لڑکا پیدا نہیں ہو گا کیونکہ عورت کے پاس نر کروموسوم وائی (Y) نہیں ہوتا جو لڑکا پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اگر جنسی ملاپ کے وقت مرد کے جرثوموں میں سے وائی (Y) یعنی نر کا کروموسوم عورت کے بیضے میں داخل ہو جائے تو لڑکا پیدا ہو گا۔ (1)

(1) U.Mittwoch.Genetics of Sex Differentiation.

New York, USA (1973)

عام حالات میں جب تک مرد اور عورت آپس میں جنسی ملاپ نہ کریں اس وقت تک بچہ پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ عورت کی بچہ دانی میں جو بیضہ ہوتا ہے اس میں مرد کی طرف سے آنے والے جرثومے کا داخل ہونا ضروری ہوتا ہے' اس کے بغیر عورت حاملہ نہیں ہو سکتی لیکن اب علم حیاتیات اور علم **جنیٹک** (Genetics) کے ماہرین نے سائنسی تجربات اور مشاہدات کے بعد ثابت کیا ہے کہ بعض حالات میں شاذونادر کے طور پر کنواری عورت کے بھی بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس عمل کو **جنیٹک** سائنس کی اصطلاح میں **پارتھینو جینسیس** (Parthenogenesis) کہتے ہیں اس کا مطلب ہے "کنواری کے بچہ ہونا" (دیکھئے آکسفورڈ ڈکشنری) مزید تشریح اس کی یوں کی گئی ہے کہ ایک ذی روح کا ایسی مادہ کے بیضے سے پیدا ہو جانا جسے نر کے کرم (کروموسوم) نے چھوا نہ ہو اور وہ ذی روح خود بخود حمل میں آگیا ہو یعنی نر کی شرکت کے بغیر مادہ حاملہ ہو گئی ہو۔ علم پیدائش کے ماہر سائنس دانوں کی تحقیق کی رو سے ایسے بچوں میں نر کی طرف سے آنے والا <کروموسوم> سرے سے غائب ہوتا ہے (1) (گویا یہ مزید ثبوت ہے اس امر کا کہ یہ بچہ

نر کی شرکت کے بغیر پیدا ہوا اور نہ اس میں نر کا کروموسوم ضرور موجود ہوتا)

(1) R.A.Beatty. Parthenogenesis and Polyploidy in Mammalian Devclopment. Cambridge (1957)

یہ بڑے غور کا مقام ہے کہ اگر عورت اور مرد یا نر اور مادہ کے جنسی ملاپ کے بغیر بچہ پیدا ہونا ناممکن ہوتا تو دنیا کے اتنے عظیم سائنس داں یہ اصطلاح (**پارتھینو جینسیس**) کیوں وضع کرتے اور اس پر کتابوں کی کتابیں کیوں لکھ ڈالتے۔ یہ صرف تھیوری نہیں ہے بلکہ علم **جنیٹک** کے ماہر سائنس دانوں نے اس پر برس ہا برس سائنسی تجربات کئے۔

کنواری عورت بیٹا بھی پیدا کر سکتی ہے

آج سے قریباً ساٹھ سال قبل امریکن حیاتیاتی سائنس دانوں نے اس بارے میں مسلسل تجربات کئے۔ جن حیوانوں پر تجربات کئے گئے ان میں دودھ دینے والے حیوان بھی شامل تھے جیسے خرگوش چونکہ انسان کا نوزائیدہ بچہ بھی ماں کے دودھ پر پرورش پاتا ہے اس لئے جو نتیجہ خرگوشوں پر تجربات کا نکلا وہی نتیجہ انسانوں پر بھی منطبق ہوگا۔ اس سلسلے میں دنیا کے ممتاز سائنس دان "**پنکس**" (Pincus) نے خرگوشوں پر تجربہ کرکے ساری دنیا کو حیرت زدہ کر دیا۔ انہوں نے درجنوں خرگوشنیوں کو اپنے زیرِ مشاہدہ رکھا اور جس جگہ یہ خرگوشنیاں پلی ہوئی تھیں وہاں (یعنی اپنی مشاہدہ گاہ میں) کسی نر خرگوش کو داخل نہیں ہونے دیا۔ اس کے بعد ان خرگوشنیوں کے رحموں میں موجود بیضوں کو مختلف طریقوں سے حرکت میں لایا گیا یعنی ان میں ہیجان پیدا کرنے کی کوشش کی گئی اور پھر ان میں سے بعض خرگوشنیاں حاملہ ہو گئیں۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان خرگوشنیوں کے رحموں میں کوئی مادۂ مادہ داخل نہیں کیا گیا بلکہ صرف مصنوعی طریقے سے ان میں ہیجان پیدا کر دیا گیا اور ان درجنوں خرگوشنیوں میں سے دو ایک نے بغیر نر خرگوش کی شرکت کے بچے پیدا کر دیئے۔ (1)

(1) G.Pincus. Parthenogenetic Activation of Rabbit Eggs Anatomical Record. 1936

گویا ثابت ہو گیا کہ دودھ پلانے والی مخلوق میں بعض مادائیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ

جن کے بیضوں میں موجود کروموسوم حرکت میں آکر ایک سے دو ہو جاتے ہیں اور ان دونوں کے ملنے سے حمل قرار پا جاتا ہے یہ حرکت ہیجان سے پیدا ہوتی ہے اور یہ ہیجان بچہ دانی میں موجود بیضوں اور ان میں موجود کروموسوموں پر اثر ڈالتا ہے بالکل یہی صورت بعض عورتوں کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور کسی ہیجان کی وجہ سے جس میں خواب بھی شامل ہیں ان کے بیضوں میں موجود کروموسوم حرکت میں آ جاتے ہیں اور ان کے باہم ملاپ سے وہ حاملہ ہو جاتی ہیں اگرچہ کروڑوں میں سے ایک دو۔

ہماری خوش قسمتی ہے کہ اسی دوران ہماری ملاقات پاکستان کے بہت بڑے جنیٹک سائنس داں پروفیسر ڈاکٹر ایم اسلم خان سے ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف مدتِ دراز تک جرمنی اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں علم حیاتیات بلکہ صحیح الفاظ میں علم جنیٹک (Genetic) کے پروفیسر رہ چکے ہیں اور اب تک اس موضوع پر ڈیڑھ سو کے قریب تحقیقی مقالے لکھ چکے ہیں جو یورپ اور امریکہ کے بلند پایہ سائنسی تحقیق کے جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر اسلم خان شاید پاکستان کے ان دو چار سائنس دانوں میں سے ہیں جن کے تحقیقی مقالوں سے دنیا کے سائنس دانوں نے استفادہ کیا اور یورپ اور امریکہ سے شائع ہونے والی تیرہ تحقیقی کتابوں میں ان کے مقالوں سے استفادہ کیا گیا اور ان کے حوالے دیئے گئے۔ یہ معمولی بات نہیں بلکہ پاکستان کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔

ہم نے ڈاکٹر صاحب سے اس موضوع پر کئی نشستوں میں گفتگو کی جس کی تفصیل انشاء اللہ ہم اپنے رسالے پندرہ روزہ "تقاضے" لاہور میں شائع کریں گے۔ ذیل میں اس مسئلے کے صرف ایک پہلو پر ان کی رائے درج کی جاتی ہے۔ ہمارے ایک سوال کے جواب میں پروفیسر ڈاکٹر اسلم خان نے بتایا کہ :-

ہر عورت میں دو ایکس (XX) ہوتے ہیں جب ان سے بیضہ بنتا ہے تو ان میں سے ایک ایکس (X) رہ جاتا ہے۔ بعض حالات میں شاذ و نادر کے طور پر یہ ایکس (X) خود بخود ڈبل ہو جاتا ہے یعنی جوڑا بن جاتا ہے۔ جب یہ ایکس جوڑا بن جاتا ہے تو عورت لازمی طور پر حاملہ ہو جاتی ہے کیونکہ جب دو کروموسوم آپس میں ملیں گے تو عورت کا حاملہ ہونا لازمی ہے۔ اب یہاں یہ اعتراض پیدا ہو سکتا ہے کہ عورت کا

کروموسوم ایکس (X) تو مادہ ہوتا ہے۔ دو XX کے باہم ملنے سے لڑکی تو پیدا ہو سکتی ہے لڑکا کیسے پیدا ہوگا۔ ڈاکٹر اسلم خاں نے خود ہی اس کا جواب دیا کہ بلاشبہ بظاہر جب تک وائی (Y) جو نر کروموسوم ہوتا ہے عورت کے پاس نہ ہو وہ لڑکا پیدا نہیں کر سکتی لیکن بعض حالات میں یہ ممکن ہے کہ عورت کے اپنے ہی دو ایکس (XX) کے ملنے سے لڑکا پیدا ہو جائے۔ چنانچہ دنیا کے عظیم حیاتیاتی سائنس داں ڈاکٹر "ڈی لاشیل" نے 1972ء میں اپنے مضمون میں ایسے 45 مردوں کا ذکر کیا جن کے ٹیسٹ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ ان میں صرف ایکس ایکس (XX) کروموسوم یعنی مادہ کے کروموسوم موجود ہیں لیکن وائی (Y) جو نر کروموسوم ہوتا ہے وہ سرے سے موجود ہی نہیں اس کے باوجود وہ مکمل مرد ہیں اس سے ثابت ہوا کہ مرد کی ہیئت یا نر کی جنس بننے کے لئے وائی (Y) کروموسوم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہم اس بات کو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر ایک کنواری لڑکی "خود پیدائی" کے عمل کے نتیجے میں (جس میں مرد کی شرکت نہ ہو) بچہ پیدا کرتی ہے تو اس کی جنس لڑکا بھی ہو سکتی ہے۔ (1)

(1) Dr. A.dela Chapelle, Nature and Origin of Males with XX Sex Chromosome. Amecrican Journal of Human Gentics Vol.24, Pages 71-105. (1972).

اب ہم بعض اور سائنس دانوں اور علم حیاتیات کے ماہرین کی ریسرچ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ اس تھیوری کے بارے میں کیا رائے دیتے ہیں یعنی کنواری ماں کے ہاں بچہ کی ولادت۔

عورت کا مردانہ کروموسوم

سائنس کسی امر کو اس وقت تک قبول نہیں کرتی جب تک کہ تجزیہ و تجربہ اس کی تائید و تصدیق نہ کر دے۔ کوئی بھی نظریہ اس وقت تک محض دعویٰ ہے جب تک اس کا عملی ثبوت موجود نہ ہو، جب اس کا مشاہدہ ہو جائے تو وہ سائنس بن جاتا ہے چنانچہ علم الحیاتیات کے ماہرین نے مشاہدے اور تجربے کے بعد شہادت دی اور دنیا کو ایسے واقعات سے روشناس کرایا جن سے ثابت ہو گیا کہ مرد سے قربت کے بغیر بھی

عورت حاملہ ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے میں علم الحیاتیات کے مشہور ماہر ڈاکٹر "والٹر ٹمے" (Dr. Walter Timme) نے سال ہا سال کی تحقیق اور مشاہدہ کے بعد ثابت کیا کہ بعض عورتوں (کروڑوں میں ایک دو) کے زیر ناف (پیڑو کے نچلے) حصے میں ایسے ٹیومرز (Tumors) پیدا ہو جاتے ہیں جن میں مردانہ مادۂ تولید (منی) پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اگر مردانہ مادۂ تولید میں زندگی موجود ہو اور یہ عورت کے مادۂ تولید سے جا ملیں تو عورت کا حاملہ ہو جانا نہ صرف ممکن بلکہ لازمی ہے۔ اس میں کوئی غیر منطقی غیر سائنسی یا حیران کر دینے والی بات ہرگز نہیں۔ اس مادۂ تولید کو جو کسی عورت میں شاذ و نادر ہی پیدا ہوتا ہے "آرہنوبلاس ٹوما" (Arrhenoblasstoma) کہتے ہیں۔

بیس شہادتیں

ڈاکٹر "والٹر ٹمے" نے نشاندہی کی کہ صرف یورپ میں ایسے واقعات (Cases) کی تعداد کم سے کم بیس ہے جو ریکارڈ پر موجود ہیں یعنی عورتوں کے عام معائنے کے دوران ایسی بیس عورتوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کے زیرِناف حصۂ جسم میں زنانہ مادۂ تولید (Cell) کے ساتھ ساتھ مردانہ مادۂ تولید بھی پیدا ہو گیا تھا۔ ان دونوں مادوں کے ملاپ کے نتیجے میں عورت کا حاملہ ہو جانا قطعاً غیر ممکن نہیں خواہ اسے مرد نے ہاتھ بھی نہ لگایا ہو۔ اس صورت میں عورت کا اپنا جسم وہی عمل سرانجام دیتا ہے جو مرد کا جسم عورت کے قریب جا کر سرانجام دیتا ہے۔ گویا عورت خود ہی باپ اور خود ہی ماں بن جاتی ہے یعنی جس طرح مرد، عورت سے ملاپ کر کے اپنا نطفہ اس کے رحم میں ڈالتا ہے اسی طرح یہاں عورت مرد سے ملاپ کے بغیر وہی فریضہ سرانجام دیتی ہے اور اس کے نچلے حصۂ جسم میں موجود دونوں مادّے (نر اور مادہ) باہم مل جاتے ہیں جس سے وہ حاملہ ہو جاتی ہے (اگر اس کے پیڑو کے نیچے "ٹیومر" پیدا نہ ہو تو وہ ہرگز حاملہ نہیں ہو سکتی) (1)

(1) "The American Medical Journal" Quoted From

" A Man That is Called Jesus" PP-46-47, By A.R.Malabari)

Printed at Wisdom Printers Cannanor. India.

دو اور ڈاکٹروں نے اس موضوع پر تحقیق کرنے کے بعد لکھا کہ ایسے بہت سے بچے پیدا ہوئے جن کی مائیں کنواری تھیں۔ ایک لڑکی جو نہایت پاکیزہ اخلاق و کردار کی مالک تھی حاملہ ہو گئی درآں حالیکہ وہ سرے سے کسی ایسے فعل کے قریب بھی نہیں گئی تھی جو عورت کو حاملہ کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔ ان ہی ڈاکٹروں کے پاس ایک غیر شادی شدہ عورت کے حاملہ ہونے کا ایک اور کیس (Case) آیا جس نے واضح الفاظ میں کسی بھی مرد سے ناجائز تعلق پیدا کرنے کے بارے میں قطعی انکار کیا (حالانکہ یورپ میں ایسا اعتراف کرنے میں کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا وہاں ہر عورت صاف صاف بتا دیتی ہے اور نہ ایسے امور چھپا کرتے ہیں) اس کنواری عورت نے ایک تندرست بچی کو جنم دیا۔ (2)

(2) A nomalies and Curiositles of Medicine By George M gould and Walter L.payle Saunders and Co London, Vide Supra.

جرمن کنواری ماں

ایک لڑکی نے بیان دیا کہ :۔ "میری یہ بچی بن باپ کے پیدا ہوئی ہے۔" یہ کنواری ماں جرمنی کے شہر ہنور (Hanover) میں پیدا ہوئی اور دوسری جنگ عظیم کے دوران اس کی عمر تیرہ چودہ سال کے قریب تھی۔ ان دنوں سارا یورپ جنگ کے تباہ کن مراحل سے گذر رہا تھا انہی میں یہ کنواری ماں اور اس کی بچی بھی شامل تھی۔ اتحادی طیاروں کی جرمنی پر بمباری، توپوں کی گھن گرج۔ خطرے کے سائرن کی مہیب آوازیں اس پر مستزاد یہ کہ اشیائے خوردونوش کی کمیابی۔ ٹھنڈے اور سیلے ہوئے تہہ خانے جہاں پناہ لینے والوں کے لئے نیند کہاں بلکہ ہر وقت موت کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ اس وقت کے لوگوں کی نفسیاتی صحت کا اندازہ وہی لگا سکتا تھا، جو خود ان حالات سے گذر چکا ہو۔ بہرحال اس لڑکی نے اپنی ماں سے اپنی خرابی صحت کا ذکر کیا۔ ماں نے اسے ڈاکٹر کے پاس بھجوا دیا۔ ڈاکٹر نے معائنے کے بعد کہا کہ فکر کی کوئی بات نہیں، یہ نارمل حالت ہے اور تھوڑے دنوں میں ٹھیک ہو جائے گی۔ ناسمجھ لڑکی نے پوچھا کہ ڈاکٹر! تم کس چیز کی نارمل حالت کی بات کر رہے ہو؟ ڈاکٹر نے جواب دیا کہ "ماں بننے کی نارمل حالت"۔ لڑکی غصے سے چیختے ہوئے بولی "کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے تو کسی مرد

نے ہاتھ تک نہیں لگایا' میں ماں کیسے بن سکتی ہوں"۔ ڈاکٹر نے بڑے تحمل سے جواب دیا کہ "مس! میں اس بات پر بحث نہیں کرنا چاہتا' میں تو یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ آپ حاملہ ہیں۔" ماں نے بیٹی کو تسلی دی ------ آخر ڈاکٹر کی بات درست ثابت ہوئی اور وہ "مس" ایک بچی کی ماں بن گئی مگر مس کی بات کا کسی نے یقین نہیں کیا۔

جنگ عظیم (دوم) ختم ہونے کے بعد اس "مس" نے ایک انگریز فوجی سے شادی کر لی اور اپنی بچی کو لے کر انگلستان آ گئی۔ ۱۹۵۵ء میں انگلستان کے مشہور اخبار "لندن ٹائمز" میں "کنواری ماں" پر تحقیق کے سلسلے میں ایک اعلان شائع ہوا۔ اس اعلان کو پڑھ کر سیکڑوں عورتوں نے خود کو تحقیق اور مختلف قسم کے ٹیسٹوں کے لئے پیش کیا۔ ان عورتوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی جن میں جرمنی کی "یہ کنواری ماں" بھی شامل تھی۔ ان خواتین اور ان کے بچوں کے مختلف حیاتیاتی ٹیسٹ لئے گئے آخر ان میں سے ۹۹۹ عورتوں کو اس پروگرام سے نکال دیا گیا کیونکہ ان کے بچوں میں ماں کے علاوہ کسی نہ کسی دوسرے شخص کا بھی حیاتیاتی مادہ شامل تھا۔ بس آخر میں صرف ایک عورت یعنی جرمن "کنواری ماں" اور اس کی چودہ پندرہ سال کی لڑکی رہ گئی۔ ان ماں بیٹی کے جتنے بھی حیاتیاتی ٹیسٹ ہوئے ان سارے ٹیسٹوں سے ثابت ہوا کہ اس بچی کا سارا حیاتیاتی اور کیمیائی مادہ صرف ماں سے آیا ہے اور اس (کنواری ماں کی) بچی میں کوئی چیز کسی دوسرے شخص سے نہیں آئی۔

آخر میں ان دونوں (ماں اور بیٹی) کا ایک ٹیسٹ اور لیا گیا اور وہ تھا "کھال کی پیوند کاری" کا ٹیسٹ۔ جب بیٹی کی کھال کا ذرا سا ٹکڑا کاٹ کر "کنواری ماں" کے لگایا گیا تو اس نے فوراً قبول کر لیا جب کہ پیوند کاری کے اصول کے مطابق ایک جسم اپنے جسم کی کھال تو قبول کر لیتا ہے مگر دوسرے کی کھال قبول نہیں کرتا مگر اس ٹیسٹ کے نتیجے میں بیٹی کی کھال ماں کے جسم نے قبول کر لی اس سے ثابت ہوا کہ یہ لڑکی صرف اور صرف ماں کے حیاتیاتی مادے سے تخلیق ہوئی ہے اس میں کسی دوسرے شخص کا حیاتیاتی مادہ شامل نہیں۔ پس ان سارے سائنسی ٹیسٹوں اور تجربوں کے بعد ڈاکٹروں کو اقرار کرنا پڑا اور انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ :۔

"اس لڑکی کا یہ بیان مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی بچی بن باپ

کے پیدا ہوئی ہے"۔ (1)

(1) ("LANCET" LONDON, (1956) PP. 1071, 1072)

چھبیس نظیریں

گذشتہ چند سال قبل برلن کے پروفیسر رابرٹ میئر (Robert Mayer) نے یورپ میں "ٹیومر" (Tumor) کے چھبیس کیس درج کیے جن میں ان عورتوں کا معائنہ کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ ان کے نچلے حصہ جسم میں ایسی صلاحیت پیدا ہو چکی ہے جس سے یہ خود بخود حاملہ ہو سکتی ہیں یعنی ان میں مرد کا مادۂ تولید بنانے والا "ٹیومر" پیدا ہو چکا ہے۔ امریکہ میں ایسا صرف ایک کیس ریکارڈ کیا گیا جو ایک اٹھارہ سالہ لڑکی کا تھا۔ اسی طرح ڈاکٹر "والٹر ٹمے" نے اپنے تحقیقی مقالے میں ایک ایسی لڑکی کی نشاندہی کی جس کی ماہواری اچانک رک گئی پھر اس میں مردانہ علامتیں ظاہر ہونے لگیں اور اس کے اوپر والے ہونٹ پر بال اگنے لگے پھر اس کے پیٹ میں ایک ٹیومر پیدا ہو کر بڑھنے لگا جسے آپریشن کر کے نکالا گیا۔ اس ٹیومر کا بغور معائنہ کرنے کے بعد اسے پروفیسر "رابرٹ میئر" کے پاس ان کی ماہرانہ رائے حاصل کرنے کی غرض سے بھیجا گیا۔ انہوں نے واضح الفاظ میں رائے دی کہ:

"اس "ٹیومر" میں ایسے جراثیم موجود ہیں کہ اگر اسی عورت کے بیضے سے جا ملیں تو (وہ عورت خود) حاملہ ہو جائے۔" (2)

(2) The Transactions of the American Neurological Association, Vol.60 (1934) PP.85 - 86)

پاکستان کے شہر حافظ آباد کا ایک واقعہ

اب تک ہر شخص یہی سمجھتا اور کہتا تھا کہ کوئی عورت اس وقت تک حاملہ نہیں ہو سکتی جب تک مرد کا کم از کم ایک کروموسوم اس کے رحم میں داخل نہ ہو جائے اس سے اختلاف کو پاگل پن یا جہالت قرار دیا جاتا تھا لیکن علم الحیاتیات کے ماہرین اور زنانہ اعضا کے محققین نے اب جو شواہد پیش کئے ہیں ان کی رو سے ایسا ممکن ہے کہ

ایک عورت مرد سے قربت کئے بغیر بھی حاملہ ہو جائے اگرچہ لاکھوں کروڑوں میں کوئی ایک۔ ان سطور کا راقم اس موضوع پر تحقیق میں مصروف تھا کہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے اس کی مدد فرمائی اور اس نظریے کی تائید میں ثبوت مہیا فرما دیا۔ یہ ثبوت ایسی ٹھوس حقیقت ہے جس کا انکار کوئی صحیح الدماغ اور غیر متعصب شخص کر ہی نہیں سکتا۔ اس اجمال کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ پاکستان کے ممتاز گائناکالوجسٹ پروفیسر ڈاکٹر سلیم اختر میاں کے ہسپتال "شاداماں ہاؤس" لاہور میں حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ سے ایک لڑکی لائی گئی جس کے پیٹ میں سخت تکلیف تھی اور اس کا پیٹ بڑھا ہوا تھا۔ ایکسرے کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ لڑکی تو حاملہ ہے۔ آخر آپریشن کیا گیا اور بچہ پیدا ہوا جو ابھی مکمل نہیں ہوا تھا اس کے سر پر بال بھی پیدا ہو چکے تھے۔ یہ وسط مارچ ۱۹۹۱ء کا واقعہ ہے۔ اس بچے کو راقم الحروف نے ڈاکٹر سلیم اختر میاں کی لیبارٹری (شادمان لاہور) میں اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ڈاکٹر سلیم اختر میاں صرف ماہر گائناکالوجسٹ ہی نہیں بلکہ دین دار اور عبادت گذار شخص ہیں اور انسانی تخلیق کے موضوع پر ایک کتابچے کے مصنف بھی ہیں جس میں قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر موصوف اور ان کے قابل اور تجربہ کار عملے نے جن میں بہت قابل لیڈی ڈاکٹرز شامل ہیں اس لڑکی کا ہر پہلو سے اور مکمل طور پر جائزہ لیا یعنی میڈیکل ٹیسٹ لئے۔ لڑکی بالکل کنواری تھی۔ اس کے والدین اور خود اس لڑکی کے بیانات پر غور کیا اور پھر یہ یقینی نتیجہ نکالا کہ یہ لڑکی پاکباز ہے اس کے باوجود وہ حاملہ ہو گئی اور ایک بچے کو جنم دیا جو قریب قریب مکمل ہو گیا تھا۔ ہمیں بتایا جائے کہ اسے کیا کہا جائے گا۔ یہ تو ہمارے ملک بلکہ ہمارے شہر کا واقعہ ہے اور ڈاکٹر سلیم اختر میاں الحمد اللہ کہ بقید حیات ہیں۔

اس سلسلے میں راقم الحروف نے ڈاکٹر صاحب سے تفصیلی انٹرویو لیا اور انہوں نے اپنا یہ نظریہ پوری ذمہ داری سے پیش کیا کہ:

"بعض عورتوں میں زنانہ "Eggs" کے ساتھ ساتھ پیدائشی طور پر مردانہ جرثومے بھی موجود ہوتے ہیں یعنی ایسی عورتوں میں قدرت کی طرف سے نر اور مادہ دونوں کے جرثومے پیدا کر دئے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب شوہر اور بیوی آپس میں جنسی ملاپ کرتے ہیں تو مرد کے اپنے جرثومے تو ضائع ہو جاتے ہیں بلکہ

(ایسی) عورت کا طاقتور رحم خود انہیں ہلاک کر دیتا ہے اور عورت کے اندر موجود اس کے اپنے دونوں مخالف جرثوموں کے باہم ملاپ سے حمل قرار پا جاتا ہے۔ یہ حمل جائز ہوتا ہے کیونکہ شوہر اور بیوی کے ملاپ کے نتیجے میں قرار پاتا ہے اس حمل کے قرار پانے میں مرد کا دخل صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ وظیفۂ زوجیت ادا کرتا ہے اور عورت کے جذبات کو مشتعل کر کے اس نقطے پر لے آتا ہے جہاں وہ حاملہ ہو جاتی ہے۔ اس طرح شوہر اپنی بیوی کو حاملہ کرنے کا ذریعہ تو بنتا ہے مگر اس ملاپ کے نتیجے میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ خالصتہ" اس کی بیوی کے اپنے ہی باہم مخالف جرثوموں کے ملنے سے معرض وجود میں آتا ہے۔" ("مسیح" کا سفر زندگی" صفحہ نمبر۴)

راقم الحروف نے اس سلسلے میں مزید غور و فکر کیا اور وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جو بچے باپ کی بجائے ماں کی شکل و صورت پر جاتے ہیں ان میں سے اکثر بچے وہی ہوتے ہیں جو باپ کے جرثومے سے نہیں بلکہ ماں کے اپنے ہی باہم مخالف جرثوموں کے ملاپ کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔

گویا میڈیکل سائنس نے تسلیم کر لیا کہ لاکھوں میں ایک دو عورتیں ایسی بھی پیدا ہوتی ہیں جن میں مرد اور عورت دونوں کے جرثومے پائے جاتے ہیں جو شوہر کے ساتھ ملاپ کرنے کے نتیجے میں باہم مل جاتے ہیں اور عورت اپنے ہی دونوں جرثوموں کے ملاپ کے نتیجے میں حاملہ ہو جاتی ہے لیکن کروڑوں میں کوئی ایک ایسی عورت بھی پیدا ہو جاتی ہے جس کے اندر مرد اور عورت دونوں کے جرثومے ہوتے ہیں اور وہ کسی مرد کے ہاتھ لگائے بغیر حاملہ ہو جاتی ہے۔ اس میں کسی وقتی ہیجان' کسی بیرونی تحریک یا کسی خواب کی وجہ سے ایسا جنسی اشتعال پیدا ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے اندر پائے جانے والے نر اور مادہ کے جرثومے آپس میں مل جاتے ہیں اور عورت کے حمل قرار پا جاتا ہے حالانکہ وہ کنواری اور پاکباز ہوتی ہے' اسے کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہوتا۔

گویا اب یہ بت ٹوٹ چکا ہے کہ مرد سے تعلق قائم کئے بغیر عورت بچے کی ماں نہیں بن سکتی اور اگر ایسی کسی عورت کے بچہ پیدا ہو جائے تو وہ خدا کا بیٹا ہو گا۔ اب ثابت ہو گیا ہے کہ ایسی بہت سی بیٹیاں اور ایسے بہت سے بیٹے پیدا ہو چکے ہیں جن

کے باپ نہیں تھے اور ان کی ولادت جائز تھی یعنی وہ کسی حرامکاری کے بغیر پیدا ہوئے تھے، کیا وہ سب خدا کی بیٹیاں اور بیٹے تھے؟ اگر ایسا تھا تو حضرت مسیحؑ کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہی۔

مرد کے پیٹ میں بچہ دانی؟

حال ہی میں ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا ہے واقعہ بھی ہمارے ملک پاکستان کا ہے اور ان اصحاب کی خاص توجہ کا مستحق ہے جو قانونِ قدرت میں کسی قسم کے تغیر کو قطعی خارج از امکان قرار دیتے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ مرد اور عورت کے پوشیدہ اعضا کی بناوٹ ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ عورت مردانہ عضو سے محروم ہوتی ہے اور مرد بچہ دانی (رحم) سے۔ جب سے انسان وجود میں آیا ہے اس وقت سے آج تک (ہمارے محدود علم کے مطابق) اس کے برعکس نہیں ہوا اور اسی کو قانون قدرت قرار دیدیا گیا۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں شہر میں ایک ایسا مرد ہے جس کا مردانہ عضو ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے اندر عورت کا رحم (بچہ دانی) بھی ہے تو لوگ اسے پاگل کہیں گے لیکن پاکستان کے شہر سرگودھا میں "پاگل پن" کی یہ بات تاریخ کی ایک ایسی حقیقت بن گئی جو نیچری حضرات کو یقیناً مبہوت کردے گی۔

اس اجمال کی جو تفصیل سرگودھا کے ایک مقامی اور مقبولِ عوام اخبار روزنامہ "ضرورت" میں شائع ہوئی ہے اس کے مطابق پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کے صدر اور معروف سرجن ڈاکٹر سعید کُمّہ (Kumma) اور ان کی ٹیم کے ڈاکٹر عرفان، ڈاکٹر اکرام اور لیڈی ڈاکٹر فائقہ اسلم نے ڈسٹرکٹ ہسپتال سرگودھا میں ایک اٹھارہ سالہ نوجوان محبوب الٰہی کا آپریشن شروع کیا تو انہوں نے اس کے پیٹ میں بچے دانی دیکھی، یہ منظر دیکھ کر انہوں نے آپریشن کو تھوڑی دیر کے لئے روک دیا اور معروف فوٹوگرافروں کے ذریعے مرد کے بطن میں بچہ دانی کی موجودگی کے باعث اس تعجب خیز واقعے کو کیمرے میں محفوظ کرا دیا تاکہ اس کی تصویر بنائی جا سکے۔ پھر بچہ دانی کو اس کے مقام سے بذریعہ آپریشن کاٹ دیا گیا اور اس کے مردانہ اعضاء میں جو کمی تھی یعنی اس

کے خصیتین پیٹ میں سے نکال کر ان قدرتی تھیلیوں میں ڈال دئے گئے جو اس مقصد کے لئے مردانہ عضو کے ساتھ ہوتی ہیں۔ قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ "بھابڑا ہسپتال" کے ڈاکٹر محمد سلیم نے ۱۹۹۳ء میں جب محبوب الٰہی کا معانہ کیا تھا تو اس وقت ڈاکٹر موصوف کو یہ شبہ ہوا کہ اس کا ایک پستان نسوانی حیثیت میں موجود ہے چنانچہ ڈاکٹر محمد سلیم نے اس کے پستان کو آپریشن کے ذریعے کاٹ دیا تھا مگر محبوب الٰہی میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت خلافِ توقع پروان چڑھتی رہی جس کا انکشاف سرگودھا کے سرجن ڈاکٹر محمد سعید کمّہ (Kumma) اور اس ٹیم پر ہوا جو آپریشن کر رہی تھی۔ اس ناقابلِ یقین واقعے کا علم ہونے پر عوام بڑی تعداد میں محبوب الٰہی کو دیکھنے کے لئے پہنچ گئے اور نظم و ضبط برقرار رکھنے کے لئے ہسپتال کی انتظامیہ کو خصوصی اقدامات کرنے پڑے (رپورٹ محمد مسعود شاہین۔ روزنامہ "ضرورت" سرگودھا ۳۰ر اگست ۱۹۹۴ء)

متعلقہ سرجن کا تحریری بیان

ان سطور کے راقم کو اپنے مکرم دوست حافظ مختار احمد صاحب گوندل سینئر لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کے ذریعے جب اس واقعے کا علم ہوا تو اس نے سرگودھا میں "تقاضے" لاہور کے خصوصی نمائندے اور اپنے صحافی دوست برادرِ عزیز ملک محمد اصغر صاحب کو لکھا کہ آپ ڈسٹرکٹ ہسپتال سرگودھا جا کر خود اس واقعے کی تحقیق کیجئے اور کوشش کرکے اس سرجن سے تحریری بیان لے کر مجھے بھجوا دیجئے جس کی نگرانی میں یہ آپریشن ہوا۔ میں مکرم ملک محمد اصغر صاحب اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال سرگودھا کے سرجیکل اسپیشلسٹ سرجن ڈاکٹر محمد سعید کمّہ صاحب کا ممنون ہوں کہ ان دونوں حضرات نے تعاون فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان انہی کے الفاظ میں من و عن درج کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"اگست ۱۹۹۴ء کے مہینے میں ایک مریض بنام محبوب الٰہی عمر اٹھارہ سال سول ہسپتال سرگودھا کے سرجیکل وارڈ نمبر ۲ میں داخل ہوا۔ مذکورہ مریض نے ابتدائی طور پر شکایت کی کہ اس کے بائیں طرف کا ہرنیا ہے جبکہ بعد تفصیلی معائنہ معلوم ہوا کہ اس کے دونوں کپوروں (فوطوں) کی تھیلیاں خالی ہیں اور چند ماہ پہلے اس کے بائیں پستان کا

آپریشن ہوا تھا کیونکہ اس کا پستان غیر ضروری طور پر بڑھنا شروع ہو گیا تھا۔

تمام تر صورت حال زیرِ نظر رکھتے ہوئے اس کے آپریشن کا فیصلہ کیا گیا۔ دورانِ آپریشن یہ معلوم ہوا کہ اس کے پیٹ میں بچہ دانی ہے اور بچہ دانی کے دونوں اطراف پیٹ کے اندر اس کے کپورے (فوطوں کی گولیاں) پڑے ہوئے ہیں۔

اب اس کے والدین سے پوچھا گیا کہ آپ کو لڑکا چاہئے یا لڑکی؟ کیونکہ مذکورہ مریض کے پیٹ میں دونوں قسم کے اعضا موجود تھے۔ اس کے والدین نے لڑکا رہنے دینے کا فیصلہ کیا۔

اب دوران آپریشن اس کی بچہ دانی کا آپریشن کر کے بچہ دانی نکال دی گئی اور دونوں کپورے پیٹ میں سے نکال کر کپوروں کی تھیلیوں میں ڈال دیئے گئے جس سے یہ "لڑکا" اب ہمیشہ کے لئے مکمل طور پر لڑکا بن گیا۔ یہ مریض چند دن ہسپتال میں داخل رہا اس کے بعد صحت یاب ہو کر گھر چلا گیا"۔

(ڈاکٹر سعید کمہ کے تحریری بیان کا عکس سامنے والے صفحے پر ملاحظہ فرمائیے)

دستخط

ڈاکٹر محمد سعید کمّہ (سرجن)

قانونِ قدرت کے "پرستار" ہمیں بتائیں کہ وہ اس حیرت انگیز اور بظاہر "قانونِ قدرت" کے خلاف واقعے کی کیا توجیہہ کریں گے۔ کیا اس واقعے نے ثابت نہیں کر دیا کہ اس کارخانۂ عالم میں بے شمار عجائب پوشیدہ ہیں جو اپنے وقت پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور ایک عالَم کو حیرت زدہ کر دیتے ہیں۔ یہ بڑے غور کا مقام ہے کہ اگر ایک مرد کے اندر بچہ دانی کا پیدا ہو جانا قانون قدرت کے خلاف نہیں تو ایک عورت کے رحم میں زنانہ مادۂ تولید کے ساتھ مردانہ مادۂ تولید کا پیدا ہو جانا اور دونوں کے باہم مل جانے سے حمل قرار پا جانا قانونِ قدرت کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے۔

کنواری کے پستانوں میں دودھ

اور آگے چلئے، بظاہر قانونِ قدرت یہی ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ماں کے پستانوں میں دودھ اتر آتا ہے اور وہ بچے کو دودھ پلانے لگتی ہے۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ ایک غیر شادی شدہ عورت کے پستانوں میں دودھ اتر آیا جو

سرجن ڈاکٹر محمد سعید گُمّہ
ایم۔بی۔بی۔ایس (پنجاب)، ایل۔ اے۔ بی (انگلینڈ)
ایم۔سی۔پی۔ایس (پاکستان)
سرجیکل سپیشلسٹ
ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز ہسپتال سرگودھا

☎ 60446

کلینک
ملک ہسپتال
بلاک نمبر ۹ نزد کشتی شاپ
سرگودھا

تاریخ ______

R/-

اگست ۹۶ء کے مہینے میں ایک مریض بنام محبوب الٰہی عمر ۱۵ سال صول

ضلع سرگودھا کے سرجیکل وارڈ نمبر ۵ میں داخل ہوا۔ مذکورہ مریض نے ابتدائی

طور پر شکایت کی کہ اُس کا بائیں طرف کا ہرنیا ہے۔ جبکہ بعد تفصیلی معائنہ

معلوم ہوا کہ اُس کے دونوں کپوروں کی تھیلیاں خالی ہیں اور چند ماہ پہلے

اُس کے بائیں پستان کا اپریشن ہوا تھا کیونکہ اُس کا پستان غیر ضروری طور پر

بڑھنا شروع ہو گیا تھا۔

تمام تر صورتِ حال کو زیرِ نظر رکھتے ہوئے اُس کے اپریشن کا فیصلہ کیا گیا دوران

اپریشن یہ معلوم ہوا کہ اُس کے پیٹ میں بچہ دانی ہے اور بچہ دانی کے دونوں

اطراف پیٹ کے اندر اُس کے کپورے پڑے ہوئے ہیں۔

اب اُس کے والدین سے پوچھا گیا کہ آپ کو لڑکا چاہیے یا کہ لڑکی

کیونکہ مذکورہ مریض کے پیٹ میں دونوں قسم کے اعضاء موجود تھے۔

اُس کے والدین نے لڑکا رہنے دینے کا فیصلہ کیا۔

اب دوران اپریشن اُس کی بچہ دانی کا اپریشن کر کے بچہ دانی نکال

دی گئی۔ اور دونوں کپورے پیٹ سے نکال کپوروں کی تھیلیوں میں

ڈال دیئے گئے جس سے یہ لڑکا اب ہمیشہ کیلئے مکمل طور پر لڑکا بن گیا

یہ مریض چند دن ہسپتال میں داخل رہا اُس کے بعد صحت یاب ہو کر گھر چلا گیا

ڈاکٹر محمد سعید گُمّہ سرجن
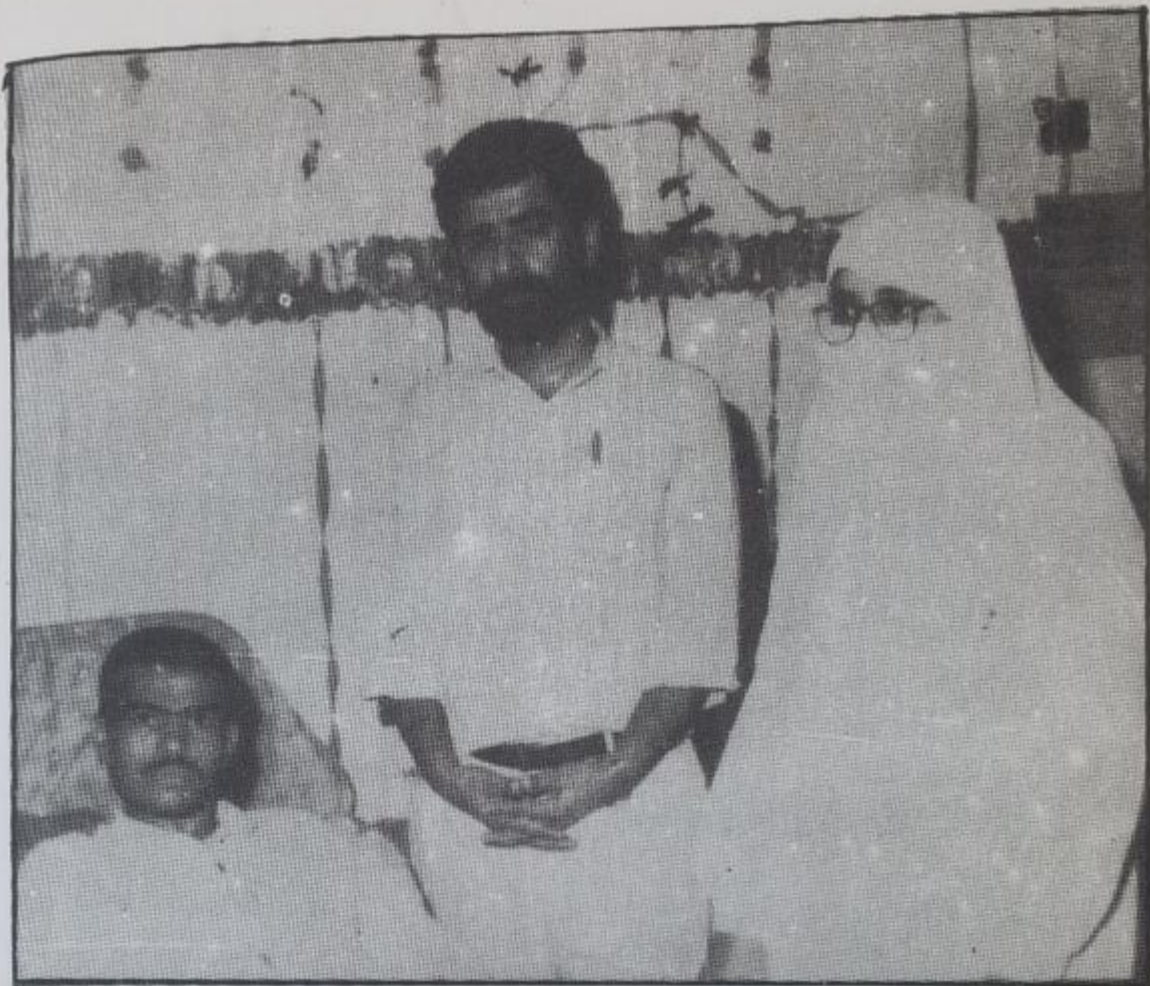
لیڈی ڈاکٹر فائقہ اسلم اور ڈاکٹر اکرام جنہوں نے ڈاکٹر سعید کمہ کی نگرانی میں محبوب الٰہی کا آپریشن کیا۔
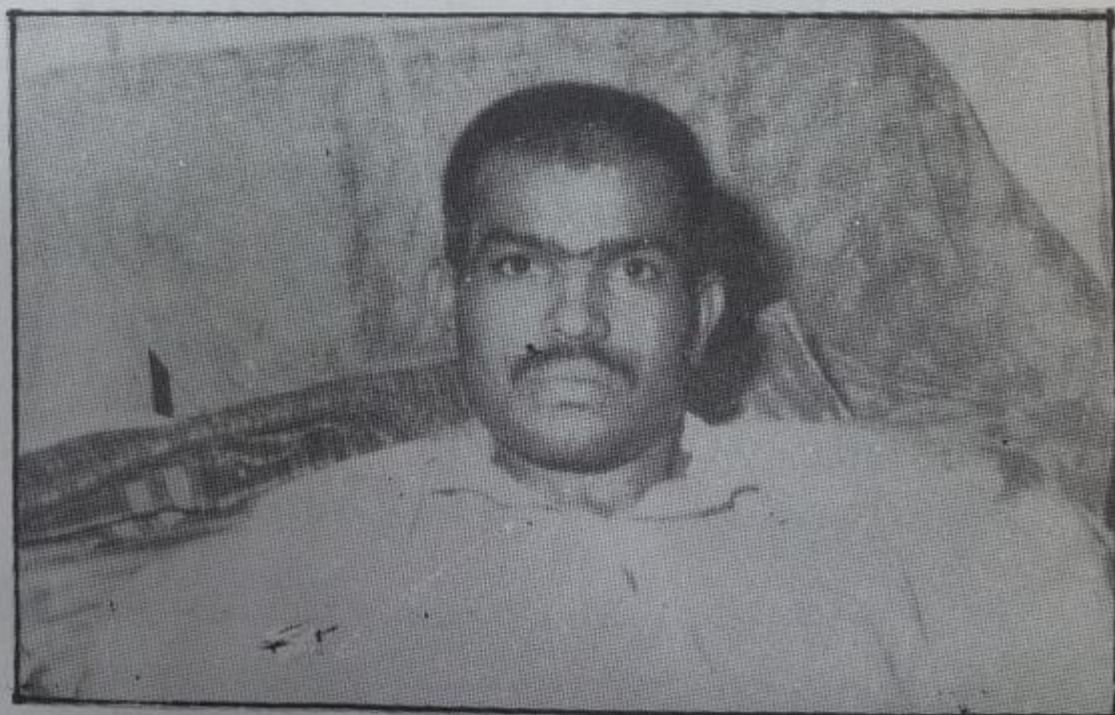
مریض محبوب الٰہی جس کے پیٹ سے بچہ دانی نکالی گئی۔

حاملہ بھی نہیں تھی؟ یہ امر یقیناً بظاہر قانونِ قدرت کے خلاف ہے کیونکہ کنواری عورت کے پستانوں میں دودھ نہیں اترتا لیکن ٹھہرئیے! ایسی دو مثالیں تو ریکارڈ پر موجود ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر موڈی (MODI) اپنے دور کا بہت بڑا ڈاکٹر (فزیشن) گذرا ہے جو نسوانی اعضا اور حمل سے متعلق امور کا بہت بڑا ماہر تھا اس کی کتاب اپنے موضوع پر بہت مستند اور تحقیقی کتاب ہے جس کے اب تک ۲۱ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ پروفیسر موڈی نے اپنی کتاب میں "کینیا اینڈ ویسٹ افریقہ میڈیکل جرنل" کے جولائی ۱۹۲۷ء کے شمارے (صفحہ ۱۴۴) کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

> ایک عورت کے پستانوں میں جو کبھی حاملہ بھی نہیں ہوئی تھی دودھ اتر آیا' اس نے ایک دوسری عورت کے بچے کو اپنا دودھ پلایا (گویا یہ بچہ اس کے دودھ پر پلا" (1)

پروفیسر ڈاکٹر موڈی نے اپنی اسی کتاب میں اس قسم کی ایک اور نظیر پیش کی ہے انہوں نے "پروسیڈنگز آف دی سوسائٹی آف میڈیسن" کے اپریل ۱۹۳۲ء (صفحہ ۶۹۳) کے حوالے سے ایک کیس رپورٹ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> "مسٹر ڈیوڈ کرسٹن کی تحقیق کے مطابق ایک پچیس سالہ غیر شادی شدہ عورت کے پستان اچانک پھولنے لگے اور پھر ان میں دودھ اتر آیا"۔ (2)

(1),(2) "Medical Juris Prudence" Edited By N.J.Modi M.B, F.A.M.S., F.A.F.Sc., F.R.C.P (London) P - 321 Edition, 21 (1980)

قانونِ قدرت کے پرستار سو بار سوچیں کہ کیا ان واقعات سے ان کے خیالی بت ٹوٹ کر پاش پاش نہیں ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ کی باریک در باریک قدرتوں کے بارے میں ان کی معلومات کا انتہائی ناقص ہونا ثابت نہیں ہو جاتا؟ جو خدا ایک کنواری عورت کے پستانوں میں دودھ اتارنے پر قادر ہے کیا وہ کنواری عورت کو اپنی قدرت کاملہ سے بچہ دینے پر قادر نہیں؟

گوتم بدھ کی بن باپ پیدائش

فاضل مکتوب نگار اس امر پر سخت تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ راقم الحروف نے مہاتما بدھ کے بارے میں کیسے لکھ دیا کہ وہ بھی بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے چنانچہ موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اس کے علاوہ بدھ اور مسیحؑ کی تعلیم میں مماثلت کے علاوہ ان کی پیدائش کی مماثلت (بھی) ثابت کر دی۔ جناب من! میں تو یہ پڑھ کر حیران رہ گیا کیونکہ ۳۸-۱۹۳۷ء میں جب چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا (تو) تاریخ ہندوستان میں پڑھا تھا کہ کپل وستو کے راجہ Suddhadana کے ہاں گوتم بدھ پیدا ہوئے (بحوالہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا سیکنڈ ایڈیشن صفحہ نمبر ۳۷۷ جلد نمبر ۴) لہٰذا بدھ کو رہنے دیں اس کا باپ تو کپل وستو کا راجہ تھا۔"

اس سلسلے میں دو باتیں عرض کرنی ہیں۔ (۱) گوتم بدھ کے بارے میں راقم نے اپنی طرف سے یہ دعویٰ نہیں کیا۔ خود کوئی کہانی گھڑ کر پیش نہیں کی بلکہ ایک بہت بڑے انگریز مورخ و محقق کی کتاب کا ایک اقتباس درج کیا تھا۔ (۲) اس رائے پر میں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا نہ اس پر زور دیا نہ اس کے حق میں اپنی طرف سے تائیدی دلائل پیش کیے، ایک بات علم میں آئی تھی وہ قارئین کی معلومات میں اضافے کے لئے پیش کر دی تھی۔ اب ذیل میں اس فاضل انگریز محقق کی کتاب کا اقتباس مکمل حوالے کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔ یہ فاضل مورخ "ٹی۔ ڈبلیو۔ رہیس ڈیوڈز" اپنی کتاب "بدھ ازم" میں لکھتا ہے کہ:

"بدھوں کے عقیدے کے مطابق گوتم بدھ کی پیدائش عام انسانی پیدائش سے مختلف تھی۔ ان کا کوئی زمینی باپ نہیں تھا (اصل انگریزی الفاظ "He had no Earthly Father") بلکہ وہ عالم بالا سے براہ راست اپنی ماں کے رحم میں داخل ہوا تھا۔ (یعنی خداوند تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوا تھا)۔

(Buddhism By T.W.Rhysdavids. P - 182,

Wyman and sons printers Grrat queen

Street, Lincoln's inn Fields London, W.C)

ہم فاضل مکتوب نگار کو مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ اس کتاب کو بطور سند تسلیم کر لیں لیکن جس کتاب کو مکتوب نگار خود بطور سند تسلیم کرتے ہیں اس کے حوالوں کو تو انہیں قبول کرنا پڑے گا۔ اب اس کی تھوڑی سی تفصیل:۔

نیو میکسیکو کے ہیرو کی بن باپ پیدائش

مکتوب نگار نے گوتم بدھ کی پیدائش کے بارے میں انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے حوالے سے لکھا ہے کہ گوتم بدھ کا باپ تھا۔ اگر ان کے نزدیک انسائیکلوپیڈیا ہی سند ہے تو اس سے بھی مستند انسائیکلوپیڈیا کا حوالہ ملاحظہ فرمایئے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنابِ بدھا اور حضرت مسیحؑ ہی نہیں بلکہ بعض اور نامور شخصیتیں بھی بن باپ پیدا ہوئی تھیں چنانچہ "انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن اینڈ اتھیکس" میں تاریخ عالم کا یہ حیرتناک واقعہ درج ہے کہ:

> "نیو میکسیکو کا عظیم انقلابی رہنما "پوشائینے" (Poshaiyanne) جس خاتون کے بطن سے پیدا ہوا تھا وہ اس کی پیدائش کے وقت تک کنواری تھی۔"

(Encyclopaedia of Religion and Ethics Vol. XII,

P.624 Publisher: T & T. Clark 38 George Street

New York. ED 1921)

شہنشاہ "فوہی" کی بن باپ پیدائش

اسی انسائیکلوپیڈیا میں دنیا کی ایک اس سے بھی بڑی شخصیت کے بارے میں یہ حیرتناک واقعہ درج ہے کہ:۔

"مملکت چین کی سلطنت کا بانی (شہنشاہ) "فوہی" (Fo-Hi) ایک ایسی عورت کے بطن سے پیدا ہوا تھا جو اس کی پیدائش کے وقت

تک کنواری تھی۔"

(Encyclopaedia of Religion and Ethics Vol XII, P.624)

کنواریوں کے حاملہ ہونے کی وجوہ

ایسی نادر اور بظاہر قانون قدرت کے خلاف پیدائشوں کے بارے میں جو واقعات رونما ہوئے ان کی وجوہ بیان کرتے ہوئے "انسائیکلوپیڈیا آف **ریلیجن اینڈ اتھیکس**" میں کہا گیا ہے کہ :- (کبھی شاذونادر کے طور پر) عقیق یا اسی قسم کے کسی پتھر میں (ایسی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے کہ)

> "اگر اس کا کوئی ریزہ کسی عورت کے پیٹ میں چلا جائے تو وہ کنواری ہونے کے باوجود حاملہ ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی ایک خاص قسم کی گھاس (یا پھول کی) پتی میں ایسی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر کنواری عورت اسے کھالے تو اس سے بھی وہ حاملہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ چین کے بادشاہ "فوہی" (FO - HI) کی ماں نے بھی جو کنواری تھی ایک پھول کھا لیا تھا یہ پھول غسل کے لئے جاتے وقت اس کے لباس سے چمٹ گیا تھا اس کے بعد ہی وہ حاملہ ہو گئی اور اس کنواری عورت نے بیٹے کو جنم دیا جو آگے بڑھ کر ایک سلطنت کا بانی ہوا۔ انسائیکلوپیڈیا آف **ریلیجن** کی تحقیق کی رو سے ایسے واقعات ادنیٰ اور اعلیٰ دونوں قسم کے معاشروں میں رونما ہو چکے ہیں۔"

(Encyclopaedia of Religion and Ethics, Vl XII, P.624 (Ed1921)

سکندر اعظم کی بن باپ پیدائش

اب آخر میں ہم دنیا کی اس عظیم شخصیت کے بارے میں حقائق پیش کرتے ہیں جسے تاریخ فاتح اعظم کے نام سے یاد کرتی ہے یعنی سکندر اعظم۔ ایک بہت بڑے مورخ "لیمب" (Lamb) کی تحقیق کے مطابق جب سکندر پہلی بار اپنی جنگی مہم پر روانہ

ہونے لگا تو اس کی والدہ اُلمپیاس (Olympias) کچھ دور تک اس کے ساتھ گئی اور پھر اسے رخصت کرتے وقت اس کا الوداعی بوسہ لیا (اور شاید اس خیال سے کہ معلوم نہیں سکندر اپنی جنگی مہمات سے زندہ واپس آتا ہے یا نہیں اور اس کی واپسی تک وہ خود بھی زندہ رہتی ہے یا نہیں۔ ناقل) اس نے سکندر کے کان کے قریب ہو کر کہا کہ میں تمہیں ایک راز بتانا چاہتی ہوں جو اب تک میرے سینے میں دفن تھا (وہ راز یہ ہے کہ) تمہاری پیدائش عام انسانوں کی طرح نہیں ہوئی اور تم اپنے باپ "فلپ" (Philip) کے بیٹے نہیں ہو۔ سکندر کی والدہ نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ :-

"اپنی شادی سے قبل ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ تیز ہوا کا ایک جھونکا میرے کمرے میں داخل ہوا، ستاروں کی روشنی ماند پڑ گئی، ایک شدید کڑک پیدا ہوئی جس سے میرے مکان کی بنیادیں تک ہل گئیں، پھر اچانک روشنی کی ایک لہر آسمان سے میرے اوپر گری اور چاروں طرف پھیل گئی، کمرے میں رکھی ہوئی چیزوں سے شعلے بلند ہونے لگے، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اسی شب مجھے حمل ہو گیا۔ یہ حمل تمہارے باپ سے زوجیت کا تعلق قائم ہونے سے قبل ہی قرار پا چکا تھا اس لئے تم (اپنے باپ) فلپ کے بیٹے نہیں ہو۔ مجھے **ارسٹنڈر** کاہن (Aristander) نے بھی یہی بتایا تھا کہ تمہاری پیدائش میں دیوتاؤں (آسمانی طاقت کا دخل ہے) (1)

(1) "Alexander of Maced" on By Harold Lamb P.P, 62,63

Gardencity New York, Doubled and Company Inc.1957

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سکندر اپنی ماں کا خواب سن کر اپنی ولدیت کے بارے میں شکوک کا شکار ہو گیا تھا چنانچہ مورخ "لیمب" لکھتا ہے کہ :-

"سکندر اپنی پہلی جنگی مہم سر کرنے کے بعد جب "پیلا" (Pella) نامی مقام پر پہنچا جہاں اس دور کا ممتاز کاہن "**ارسٹنڈر**" رہتا تھا جس نے سکندر کی والدہ کو اس کے خواب کی تعبیر بتائی تھی۔ سکندر نے اس کاہن کو بلا کر اپنی والدہ کے خواب اور اس کی تعبیر کے بارے میں دریافت کیا۔ "**ارسٹنڈر**" نے سکندر کی والدہ کی بات کی تصدیق کی اور کہا کہ کچھ اور شواہد بھی ایسے ہیں جن سے اس کی والدہ کا بیان درست ثابت ہوتا ہے۔ کاہن نے سکندر کو بتایا کہ خود سکندر کے (ظاہری) والد "فلپ" نے بھی ایک

خواب دیکھا تھا۔ اس نے دیکھا کہ شادی کی رات ہے' وہ اپنی نئی دلہن کے پاس گیا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی دلہن (سکندر کی والدہ) کے جسم پر ایک مہر لگی ہوئی ہے جس پر شیر کے سر کا نشان ثبت ہے۔ **ارسٹنڈر** کاہن کہتا ہے کہ میں نے سکندر کے (ظاہری) والد کا خواب سن کر کہا کہ اس خواب کی یہ تعبیر نہ کی جائے کہ اس کی بیوی رومانی مزاج رکھتی ہے اس لئے اس کی سخت نگرانی کی ضرورت ہے بلکہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تمہارے ہاں جو بیٹا پیدا ہو گا وہ غیر معمولی بہادر ہو گا۔ کاہن نے کہا یہ ہیں وہ عجیب و غریب واقعات جن کی روشنی میں یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ آپ (اپنے باپ) فلپ کے بیٹے نہیں ہیں (2) (یعنی آپ کا کوئی دنیاوی باپ نہیں)

(2) "Alexander of Macedon" By Harold Lamb, P.P,63-64.

یہاں تھوڑی دیر کے لئے رک کر سوچئے کہ کیا کوئی ایسی ماں ہے جو اپنے بیٹے سے ایک ایسا واقعہ بیان کرے جو اس کے کردار کو مشکوک کر دے اور خود بیٹا بھی اپنی شخصیت کے بارے میں تذبذب اور شبہات کا شکار ہو جائے بلکہ خود کو ولدالحرام سمجھنے لگے۔ اگر سکندر کی والدہ کے ساتھ یہ واقعہ پیش نہ آیا ہوتا اور وہ اپنے شوہر سے زوجیت کا تعلق قائم ہونے سے چند روز قبل حاملہ نہ ہو چکی ہوتی تو کبھی اپنے بیٹے سے جو بادشاہِ وقت بھی تھا یہ واقعہ بیان نہ کرتی۔

مسیحؑ کی بن باپ پیدائش پر تاریخ کی شہادت

اب ہم پھر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش۔ مذہبی کتب اور سائنسی تحقیق کے علاوہ جب ہم تاریخ کی طرف آتے ہیں یعنی قدیم تاریخ کی طرف تو یہاں بھی ہمیں ایسی شہادتیں ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب مسیحؑ بن باپ پیدا ہوئے تھے۔

جدید ترین تحقیق سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ ہندوستان بھی تشریف لائے تھے۔ اس واقعے کا ذکر برصغیر پاک و ہند کی قدیم ہندو تاریخ میں بھی ملتا ہے۔ یہ سنسکرت زبان کی کتاب ہے جس کا نام "بھوشیا مہاپران" ہے جس کا زمانہ تالیف آج سے قریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل قرار دیا جاتا ہے یعنی آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل اس

کی تالیف کا آغاز ہوا تھا۔ پنڈت ستا (Sutta) اس کا اولین مصنف تھا جس نے اس کا آغاز کیا تھا جس میں بعد کے ہندو مورخوں نے بھی عہد بہ عہد رونما ہونے والے واقعات کے اضافے کئے تاکہ اسے Up to Date بنایا جا سکے حتیٰ کہ انگریزی عہد کے واقعات بھی درج کر دیئے گئے اس طرح اس کی حیثیت تاریخی واقعات کے انسائیکلوپیڈیا کی ہو گئی۔ مغرب کے شہرہ آفاق مسیحی مورخ مسٹر رابرٹ گریوز جب اپنی کتاب "جیسز ان روم" لکھ رہے تھے تو انہیں اس کتاب کا علم ہوا تھا مگر چونکہ وہ سنسکرت زبان نہیں جانتے تھے اس لئے انہوں نے ہندوستان کے مشہور ہندو فاضل پروفیسر ڈی ڈی کوسامبی (Prof. D.D. Kosambi) کو جو "ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف فنڈا منٹل ریسرچ" بمبئی کے (غالباً) ڈائریکٹر تھے خط لکھا اور ان سے درخواست کی وہ سنسکرت زبان کی اس کتاب (بھوشیا مہا پران) کے اس صفحے کا انگریزی میں ترجمہ کر کے ارسال فرما دیں جس میں حضرت مسیحؑ کے قیام ہندوستان کا ذکر ہے چنانچہ پروفیسر کوسامبی نے جو سنسکرت اور انگریزی دونوں زبانوں کے فاضل تھے سنسکرت کی اس کتاب کے متعلقہ صفحے کا انگریزی میں ترجمہ کر کے مسٹر رابرٹ گریوز کو بھیج دیا جو انہوں نے اپنی کتاب (Jesus In Rome) میں من و عن شائع کر دیا۔ ذیل میں اصل انگریزی کتاب کے متعلقہ حصے کا عکس اور اس کا اردو ترجمہ شائع کیا جاتا ہے۔

Once, the chief of the Sakas (? Sālivāhana himself, their conqueror?) went to a height of the Himalayas. There, in the land of the Huns (i.e. the Kushans) he, the powerful king, saw an auspicious man, fair in colour and clad in white garments.

'Who are you?' he asked.

The other replied: 'Know me to be the son of God, born from a virgin's womb, preacher of the religion of the infidels (*mleccha*), steadfast in following the truth.'

On hearing this, the King asked: 'What are your religious principles?'

The other replied: 'Great King, when Truth had come to an end and all morals had been lost among the infidels, I, the *Masīha*, arose.

"JESUS IN ROME" BY ROBERT GRAVES AND JOSHUA PODRA

CASSELL AND COMPANY LTD. LONDON (1957) PP. 76,77

"ایک روز "ساکا" (قوم) کا سربراہ (راجہ) سالواہن کوہ ہمالہ کی بلند چوٹیوں کی طرف گیا جب وہ "ہن" قوم کی سرزمین پر پہنچا جسے کشانز (Kushans) کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے تو اس طاقتور بادشاہ (سالواہن) نے ایک پاکباز شخص کو دیکھا جو سفید رنگ کا تھا اور سفید ہی لباس میں ملبوس تھا۔ بادشاہ (سالواہن) نے اس سے دریافت کیا کہ "تم کون ہو؟" اس بزرگ نے جواب دیا کہ میں خدا کے بیٹے کے نام سے معروف ہوں جو ایک **کنواری** کے بطن سے پیدا ہوا۔ میں ملچھ (یعنی غیر ہندوؤں) میں تبلیغ کرتا ہوں اور سچائی پر ثابت قدم ہوں۔ بادشاہ سالواہن نے اس سے مزید دریافت کیا کہ تمہارے مذہب کے کیا اصول ہیں؟ اس بزرگ نے جواب دیا کہ اے عظیم بادشاہ! جب سچائی کا خاتمہ ہو گیا اور غیر ہندوؤں (یعنی بنی اسرائیل) میں اخلاقی قدریں دم توڑ گئیں تو ان برائیوں کے تدارک کے لئے میں مسیحا بن کر آیا۔"

گویا آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل بھی لوگوں کو اس حقیقت کا علم تھا کہ ہمالیائی ریاست (کشمیر) میں ایک بزرگ آیا تھا جس سے اس وقت کے حاکم کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے راجہ سے یہ کہہ کر اپنا تعارف کرایا تھا کہ "میں ایک کنواری کے بطن سے پیدا ہوا ہوں اور مسیحا بن کر آیا ہوں"۔ یہ روایت بھی ایک ہندو مورخ بیان کر رہا ہے جس کا ان معاملات و عقائد سے کوئی تعلق نہیں۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے کشمیر کے راجہ کے سامنے خود اقرار کیا تھا کہ وہ ایک کنواری کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ تاریخ کی ایک ایسی صداقت ہے جسے جھٹلایا ہی نہیں جا سکتا۔

اقبالؔ اور قبرِ مسیحؑ

گذشتہ باب میں ہم نے ایک تاریخی حقیقت کے طور پر بیان کیا تھا کہ حضرت مسیح ہندوستان بھی تشریف لائے تھے۔ اس تاریخی حقیقت کا ایک بہت بڑا ثبوت حال ہی میں ملا ہے۔ یہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی ایک نظم ہے جو اردو زبان کے نہایت بلندپایہ مجلّہ ماہنامہ "مخزن" لاہور میں شائع ہوئی تھی۔ اس مشہورِ زمانہ ادبی مجلّے کے مدیر سرعبدالقادر مرحوم تھے۔ یہ وہی نظم ہے جو بعد میں بانگِ درا میں شائع ہوئی مگر بعض سیاسی اور مذہبی مصلحتوں کی وجہ سے اس میں سے وہ بند نکال دیا گیا اور وہ نوٹ بھی جس میں اقبال نے حضرت مسیحؑ کی آمدِ کشمیر اور کشمیر میں ان کے دفن ہونے کا ذکر کیا تھا۔ ذیل میں اس نظم کا وہ بند اور ڈاکٹر اقبال کا نوٹ دونوں چیزیں شائع کی جا رہی ہیں۔

نظم کا عنوان ہے "ایک ہندوستانی لڑکے کا گیت" جس کا پہلا بند یوں ہے ؎

چشتیؒ نے جس زمیں میں پیغام حق سنایا
نانکؒ نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا
جس نے حجازیوں سے دشت عرب چھڑایا
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

اس نظم کا آخری اور حذف شدہ بند اس طرح ہے ؎

گوتم کا جو وطن ہے، جاپان کا حرم ہے

عیسیٰؑ کے عاشقوں کا "چھوٹا یروشلم۵" ہے
مدفون جس زمیں میں اسلام کا حشم ہے
ہر پھول جس چمن کا فردوس ہے، ارم ہے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

چھوٹا یروشلم

یہ بہت غور کا مقام ہے کہ اقبال سرزمینِ ہند کے ایک خطے کو "چھوٹا یروشلم" کیوں کہہ رہے ہیں؟ اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ اس سرزمین کی ایک بلند وادی، سرسبز و شاداب وادی اور قدرتی چشموں والی وادی (کشمیر) میں حضرت مسیحؑ محوِ خواب ہیں اس لئے یہ بھی ایک "یروشلم" ہے۔ گویا ایک یروشلم تو وہ ہے جس کے نواح میں حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے، جہاں آپؑ نے ہوش سنبھالا اور پھر اسی یروشلم میں آ کر وقتاً فوقتاً قیام کیا، یہیں وہ تاریخی عبادت گاہ (بیت المقدس) واقع ہے جسے بعد میں مسلمانوں کا قبلۂ اول بننے کا شرف حاصل ہوا اور حضرت مسیحؑ نے جس سے روحانی فیض حاصل کیا۔ یہیں سے آپؑ نے تبلیغ و ہدایت کا آغاز فرمایا۔ یہودیوں کی شکایت پر اسی یروشلم سے آپؑ کو گرفتار کیا گیا۔ یہیں پہلے علمائے یہود نے اپنی شریعت کورٹ میں اور پھر رومی گورنر پیلاطوس نے اپنی عدالت میں آپؑ پر مقدمہ چلایا اور آپؑ کو صلیب پر ہلاک کرنے کی ناکام کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو صلیبی موت سے بچا لیا اور پھر سنتِ انبیاء کے مطابق اسی یروشلم سے آپؑ نے ہجرت کا آغاز کیا پس ایک یروشلم تو وہ تھا۔ دوسرا یروشلم ہندوستان کا خطۂ کشمیر ہے جسے اقبال "چھوٹا یروشلم" کہتے ہیں کیونکہ حضرت مسیحؑ نے اپنی زندگی کے آخری سال اسی سرزمین پر بسر کئے یہیں آپؑ نے وفات پائی اور یہیں آپؑ کو دفن کیا گیا جہاں آج بھی آپؑ ابدی نیند سو رہے ہیں۔

اس نظم کے نیچے اقبال نے جو نوٹ لکھا ہے وہ ہماری اس تشریح کی تائید کرتا ہے چنانچہ اقبال لکھتے ہیں کہ:-

۵۔ "سنٹ ٹامس (حضرت مسیحؑ کا ایک شاگرد جو عیسائی مذہب کی تلقین کے لئے سب سے پہلے ہندوستان میں آیا) کی قبر جنوبی ہندوستان

میں ہے۔ بعض کے خیال میں حضرت مسیح علیہ السلام بھی کشمیر میں مدفون ہیں۔" (ماہنامہ مخزن لاہور فروری ۱۹۰۵ صفحہ ۴۹)

اس نظم کے آخری بند اور اس کے نیچے فٹ نوٹ نے ثابت کر دیا کہ خود اقبال بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت مسیحؑ آسمان پر نہیں گئے بلکہ صلیبی موت سے محفوظ رہے اور ترکِ وطن کر کے کشمیر چلے آئے یہیں آپؑ نے وفات پائی اور یہیں دفن کئے گئے۔ اگر اقبال کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو وہ کبھی حضرت مسیحؑ کے بارے میں یہ نہ لکھتے کہ "بعض (لوگوں) کے خیال میں حضرت مسیحؑ کشمیر میں دفن ہیں" بلکہ تردیدی نوٹ لکھ کر اپنا عقیدہ صاف الفاظ میں بیان کر دیتے کہ حضرت مسیحؑ ہرگز کشمیر نہیں آئے نہ یہاں ان کی قبر ہے بلکہ وہ تو آسمان پر تشریف فرما ہیں مگر انہوں نے ایسا کوئی تردیدی نوٹ نہیں لکھا نہ رسالے کے مدیرِ اعلیٰ سر عبدالقادر نے اس رائے سے اختلاف کیا جو اپنے عہد کے بہت بڑے فاضل اور اسلام کے عاشق تھے بلکہ انہوں نے اقبالؒ کا یہ نوٹ درج کر کے ایک رنگ میں اس رائے اور عقیدے سے اتفاق کر لیا کہ حضرت مسیحؑ کشمیر میں دفن ہیں۔

انتظارِ مہدی و عیسیٰؑ

پھر اقبال اسی پر بس نہیں کرتے یعنی ایسا نہیں کہ کسی اتفاقی خیال یا شاعرانہ بلند پردازی کی وجہ سے انہوں نے کشمیر کو "چھوٹا یروشلم" لکھ دیا ہو اور حضرت مسیحؑ کے بارے میں کہہ دیا ہو کہ وہ کشمیر میں مدفون ہیں بلکہ یہ ان کا مستحکم نظریہ تھا جو انہوں نے سوچ سمجھ کر اختیار کیا تھا چنانچہ چند ماہ کے بعد ان کی ایک اور غزل نما نظم "مخزن" ہی میں شائع ہوئی جس میں انہوں نے پھر یہ خیال اور نظریہ پیش کیا بلکہ اسے مزید آگے بڑھایا اور لکھا (افسوس کہ یہ شعر بھی ان کے کسی شعری مجموعے میں شامل نہیں کیا گیا) کہ :۔

"مینارِ دل" پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ
یہ انتظارِ مہدی و عیسیٰؑ بھی چھوڑ دے

(ماہنامہ مخزن لاہور مئی ۱۹۰۵ء)

مسلمانوں کے ایک فرقے کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی ایک غار میں روپوش ہو گئے تھے وہ آخر زمانے میں اس غار سے نکلیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ بہت سے مسلمان علما کے بقول دونوں مل کر کفار کا قتل عام کریں گے اور مسلمانوں کو مسندِ اقتدار پر بٹھا دیں گے۔ اقبال کہتے ہیں کہ اب نہ کوئی امام مہدی غار سے نکلے گا اور نہ کوئی عیسیٰ آسمان سے نازل ہو گا وہ ان نظریات کو غلط قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ع

"مینارِ دل" پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ

یہاں "مینارِ دل" کی ترکیب بہت توجہ طلب ہے۔ اس کا ایک پس منظر ہے اور وہ یہ کہ بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ دمشق کے مشرقی جانب ایک سفید مینار پر نازل ہوں گے جسے آسمان سے نازل ہونا قرار دیدیا گیا۔ اقبال اس خیال کی تردید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب کوئی کسی مینار پر آسمان سے نازل نہیں ہو گا۔ اگر نزول کی کوئی جگہ ہے تو اے مخاطب! وہ تیرا "مینارِ دل" ہے جس پر خدا (کی رحمتوں) کا نزول ہو سکتا ہے مگر وہ عیسیٰؑ جن کے بارے میں اکثر مسلمانوں نے یہ عقیدہ اختیار کر لیا ہے کہ وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے اور آخر زمانے میں ایک مینار پر نازل ہوں گے، اقبال اسے خیالِ خیام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ان کا انتظار نہ کرو اب کوئی آسمان سے نازل نہیں ہو گا بلکہ اپنے "مینارِ دل" کو اس قابل بناؤ کہ وہ خدا کی رحمتوں کی نزول گاہ بن سکے۔

پس اقبال نے "چھوٹا یروشلم" کا جو تشریحی نوٹ لکھا ہے کہ :-

"بعض کے خیال میں حضرت مسیح علیہ السلام کشمیر میں مدفون ہیں۔"

اور ان کا مصرع :

یہ انتظارِ مہدی و عیسیٰؑ بھی چھوڑ دے

اگر ان دونوں کو ملا کر پڑھا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال نے اسلامی تعلیمات کے مطالعے اور اہلِ دل سے فیض حاصل کرنے کے بعد یہ نظریہ اختیار کیا تھا کہ حضرت مسیحؑ کشمیر میں مدفون ہیں ان کے آسمان پر جانے اور پھر دمشق کے مشرقی

جانب کسی مینار پر نازل ہونے کا عقیدہ درست نہیں اس لئے وہ کہتے ہیں کہ اب اس مسیحؑ کا انتظار نہ کرو جسے تمہارے عقیدے کی رو سے آسمان سے نازل ہونا تھا، جب کوئی آسمان پر گیا ہی نہیں تو نازل کہاں سے ہو گا، تم جس کے نزول کا انتظار کر رہے ہو وہ تو کشمیر کی سرزمین میں ابدی نیند سو رہا ہے۔

افسوس کہ ڈاکٹر اقبال نے اس خوف سے کہ مسلمان عوام میں ان کی شہرت و مقبولیت متاثر نہ ہو اور مولوی صاحبان ان کے خلاف نہ ہو جائیں اپنے یہ اشعار اور حضرت مسیحؑ کے کشمیر میں مدفون ہونے کے بارے میں اپنا وضاحتی نوٹ اپنے کسی شعری مجموعے میں شامل نہیں کیا اس طرح انہیں اپنے ہی بیان کردہ حقائق سے آنکھیں بند کر لینے پر مجبور ہونا پڑا مگر تاریخ کے صفحات سے تو یہ شعر مٹ نہیں سکے اور نہ ان کا وضاحتی نوٹ حذف ہو سکا۔

نظمِ اقبال کا عکس

ذیل میں ڈاکٹر اقبال کی اس مکمل نظم کا عکس پیش کیا جاتا ہے جو فروری ۱۹۰۵ء کے "مخزن" لاہور میں شائع ہوئی تھی اور جس میں انہوں نے کشمیر کو "چھوٹا یروشلم" قرار دینے کے ساتھ ساتھ لکھا تھا کہ "بعض کے خیال میں حضرت مسیح علیہ السلام کشمیر میں مدفون ہیں۔

↓

(نظمِ اقبال کا عکس اس صفحے کی پُشت پر ملاحظہ فرمائیے)

ایک ہندوستانی لڑکے کا گیت

چشتی نے جس زمیں میں پیغام حق سنایا نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھڑایا

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

یونانیوں کو جس نے حیران کر دیا تھا سارے جہاں کو جس نے علم و ہنر دیا تھا
مٹی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا ترکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے ٹوٹے تھے جو ستارے فارس[1] کے آسماں سے
وحدت کی لے[2] سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے میرِ عرب[3] کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

بندے کلیم جس کے پربت جہاں کے سینا نوحِ[4] نبی کا ٹھہرا آ کر جہاں سفینا
رفعت ہے جس زمیں کے بامِ فلک کا زینا جنت کی زندگی ہے جس کی فضا میں جینا

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

گوتم کا جو وطن ہے جاپان کا حرم ہے عیسیٰ کے عاشقوں کا چھوٹا یروشلم[5] ہے
مدفون جس زمیں میں اسلام کا حشم ہے ہر پھول جس چمن کا فردوس ہے ارم ہے

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

(ڈ۔ اقبال)

---

۱ یعنی پارسی قوم۔ ۲ کرشن جی کی بانسری کی طرف اشارہ ہے۔ ۳ جنابِ سرورِ کائنات کی حدیث ہے۔ "مجھکو ہندوستان کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے"۔ ۴ ہمالہ کی چوٹی اب تک "نَو بندھن" کہلاتی ہے۔ ۵ سینٹ ٹامس (حضرت مسیح کا ایک شاگرد جو عیسائی مذہب کی تلقین کے لیے سب سے پہلے ہندوستان میں آیا) کی قبر جنوبی ہندوستان میں ہے۔ بعض کے خیال میں حضرت مسیح علیہ السلام بھی کشمیر میں مدفون ہیں۔

جنابِ مرزا صاحب کا مسلک

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ فاضل مکتوب نگار فرقہ ء احمدیہ کی لاہوری شاخ سے تعلق رکھتے ہیں اور جنابِ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مجددِ اعظم، مسیح موعود اور امام مہدی تسلیم کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے لئے "حکم و عدل" کے طور پر بھیجا ہے یعنی نزاعی اور اختلافی امور کا فیصلہ کرنے والا، اس لئے مکتوب نگار ہر دلیل کا انکار کر سکتے ہیں مگر اپنے روحانی پیشوا اور حکم و عدل کے فیصلوں کا انکار کر کے زمرۂ احمدیت سے خارج ہونے کا خطرہ مول نہیں لیں گے۔ آیئے دیکھیں جناب مرزا صاحب حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش کے بارے میں کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔

قانونِ قدرت کی حقیقت؟

فاضل مکتوب نگار نے اپنے مکتوب گرامی میں ایک سے زیادہ جگہ قانونِ قدرت پر بہت زور دیا ہے۔ موصوف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قوانین کے خلاف نہیں کرتا۔ حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش ان کی نظر میں قانونِ قدرت کے قطعاً خلاف ہے۔ قارئینِ کرام یہ سن کر حیران ہوں گے کہ فاضل مکتوب نگار جس شخصیت کو حکم و عدل اور اپنا روحانی پیشوا تسلیم کرتے ہیں اس نے "قانونِ قدرت" کے لگے بندھے اصولوں کو بہت سختی سے رد کر دیا ہے چنانچہ جنابِ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:

(کیا) "قدرتِ الٰہی کے طریقے اور اس کے قانون اسی حد تک ہیں جو ہمارے تجربہ اور مشاہدہ میں آچکے ہیں' اس سے زیادہ نہیں؟ ..... کس قدر غلطی کی بات ہے کہ ہم یہ ناکارہ حجت پیش کریں کہ جو امر ہماری سمجھ اور مشاہدے سے باہر ہے وہ قانونِ قدرت سے بھی باہر ہے بلکہ جس حالت میں ہم اپنے منہ سے اقرار کر چکے کہ قوانینِ قدرتیہ غیر متناہی اور غیر محدود ہیں تو پھر ہمارا یہ اصول ہونا چاہئے کہ ہر ایک نئی بات جو ظہور میں آوے پہلے ہی اپنی عقل سے بالا تر دیکھ کر اس کو رد نہ کریں بلکہ خوب متوجہ ہو کر اس کے ثبوت یا عدم ثبوت کا حال جانچ لیں۔ اگر وہ ثابت ہو تو قانون قدرت کی فہرست میں اس کو بھی داخل کر لیں اور اگر وہ ثابت نہ ہو تو صرف اتنا کہہ دیں کہ ثابت نہیں' مگر اس بات کے کہنے کے ہم ہرگز مجاز نہیں ہوں گے کہ وہ امر قانونِ قدرت سے باہر ہے بلکہ قانونِ قدرت سے باہر کسی چیز کو سمجھنے کے لئے ..... ضرور ہے کہ ہم ایک دائرے کی طرح خدائے تعالیٰ کے تمام قوانینِ ازلی و ابدی پر محیط ہو جائیں اور بخوبی ہمارا فکر اس بات پر احاطہ ء تام کر لے کہ خدا تعالیٰ نے روزِ ازل سے آج تک کیا کیا قدرتیں ظاہر کیں اور آئندہ اپنے ابدی زمانہ میں کیا کیا قدرتیں ظاہر کرے گا۔ کیا وہ جدید در جدید قدرتوں کے ظاہر کرنے پر قادر ہو گا یا کوہلو کے بیل کی طرح انہی چند قدرتوں میں مقید و محصور رہے گا جن کو ہم دیکھ چکے ہیں ..... سو ایک محدود زمانے کے محدود در محدود تجارب کو پورا پورا قانونِ قدرت خیال کر لینا اور اس پر غیر متناہی سلسلۂ قدرت کو ختم کر دینا اور آئندہ کے لئے اسرار کھلنے سے ناامید ہو جانا ان پست نظروں کا نتیجہ ہے جنہوں نے خدائے ذوالجلال کو جیسا کہ چاہئے شناخت نہیں کیا۔"

(سرمہ ء چشم آریہ صفحہ نمبر ۱۴ تا صفحہ ۱۷ مشمولہ روحانی خزائن جلد دوم' ربوہ)

قوانینِ قدرت کے خلاف واقعات

جنابِ مرزا صاحب اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ اطبائے قدیم اور تاریخ سے ایسے بہت سے واقعات پیش کرتے ہیں جو دنیا میں رونما ہوئے اور بظاہر قوانین قدرت کے خلاف تھے چنانچہ ایک بہت بڑے اور فاضل طبیب اور دانشور کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"علامہ موصوف (شارح القانون فی الطب) نے اس مقام پر ایک تقریر بہت ہی عمدہ لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ سب انسان ایک نوع میں ہونے کی وجہ سے باہم مناسب الطبع واقع ہیں مگر پھر بھی ان میں سے بعض کو نادر طور پر کبھی کبھی کسی کسی زمانے میں خاص خاص طاقتیں یا کسی اعلیٰ درجے کی قوتیں عطا ہوتی ہیں جو عام طور پر دوسروں میں نہیں پائی جاتیں جیسے مشاہدے سے ثابت ہوا ہے کہ بعض (لوگوں) نے حال کے زمانے میں تین سو برس سے (بھی) زیادہ عمر پائی ہے جو بطور خرق عادت ہے۔"

("سرمہ چشمہ آریہ" صفحہ ۴۹ تا ۵۰)

دودھ دینے والا بکرا

ہم اس قانون قدرت کا ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ بکرا، بکری کو حاملہ کرتا ہے اور بکری بچے جنتی اور انہیں دودھ پلاتی ہے دنیا میں ایسا واقعہ ریکارڈ پر موجود نہیں (ہماری اطلاع کی حد تک) کہ بکری کے ساتھ بکرا بھی دودھ دیتا ہو مگر جناب مرزا صاحب نے اپنے عہد کا یہ عجیب واقعہ ان لوگوں کی چشمِ بصیرت کے لئے اپنی کتاب میں درج کیا ہے جو سارے قوانینِ قدرت کا احاطہ کر لینے کے مدعی ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

"کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ مظفر گڑھ میں ایک ایسا بکرا پیدا ہوا کہ جو بکریوں کی طرح دودھ دیتا تھا۔ جب اس کا شہر میں بہت چرچا پھیلا تو میکالف صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گڑھ کو بھی اطلاع ہوئی انہوں نے یہ ایک عجیب امر قانونِ قدرت کے برخلاف سمجھ کر وہ بکرا اپنے روبرو منگوایا چنانچہ وہ بکرا جب ان کے روبرو دوہا گیا تو شاید قریب ڈیڑھ سیر دودھ کے اس نے دیا اور پھر وہ بکرا بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر عجائب خانہ لاہور میں بھیجا گیا تب ایک شاعر نے اس پر ایک شعر بھی بنایا اور وہ یہ ہے کہ:

مظفر گڑھ جہاں پر ہے "مکالف" صاحبِ عالی

یہاں تک فضلِ باری ہے کہ بکرا دودھ دیتا ہے"
(سرمہ ٔ چشم آریہ صفحہ نمبر ۵۱)

باپ کے پستانوں میں دودھ

قوانین قدرت کا احاطہ کرنے کے مدعی حضرات کو مزید قائل کرنے کی غرض سے جناب مرزا صاحب چند اور معتبر شہادتیں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تین معتبر اور ثقہ اور معزز آدمی نے میرے پاس بیان کیا کہ ہم نے بچشم خود چند مردوں کو عورتوں کی طرح دودھ دیتے دیکھا ہے بلکہ ایک نے ان میں سے کہا کہ امیر علی نام ایک سید کا لڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ ہی سے پرورش پایا تھا کیونکہ اس کی ماں مرگئی تھی۔" (سرمہ ٔ چشم آریہ صفحہ نمبر ۵۱)

امام رازیؒ کی تائید

عالم اسلام کے جید عالم، دانشور، فلسفی اور مفسر قرآن حضرت امام رازیؒ کے نام نامی و اسم گرامی سے کون واقف نہیں ان سے بڑا مفسر قرآن شاید ہی کوئی پیدا ہوا ہو وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کسی وقت بھی دنیا میں ایسے واقعات پیش آسکتے ہیں جو موجودہ اور معلوم قوانین قدرت کے بالکل برعکس اور مخالف ہوں چنانچہ امامؒ موصوف لکھتے ہیں کہ:

"گو فلاسفروں کا عقیدہ یہی ہے (کہ اسباب کے بغیر کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا) اور جانداروں کی پیدائش ایک نظام کے تحت ہوتی ہے جس کی رو سے منی کا ایک قطرہ مادہ کے رحم میں پرورش پاتا اور پھر میعاد مقررہ میں بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ شیر خوارگی کے زمانے سے ترقی کرتا ہوا آہستہ آہستہ مختلف مدارج طے کرتا ہوا ایک تنومند اور جوان شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ان فلاسفروں کا کہنا ہے کہ منی کے ایک قطرے سے لے کر جوانی اور بڑھاپے کی منزل

پر پہنچنے تک عناصر کے اس مجموعے کو جو سال ہا سال صرف کرنے
پڑے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان عناصر میں حیات کی صلاحیت پیدا
ہونے کے لئے ایک خاص قسم کے اعتدالِ ترکیب کی ضرورت
تھی۔ جب ترکیب میں یہ اعتدال پیدا ہو گیا' زندگی بھی پیدا ہو گئی
اس بنا پر اگر عناصر کے مجموعے میں اس قسم کا اعتدال پیدا ہو
جائے جس میں حیات انسانی کے قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہو
تو نطفے' حمل' خون' گوشت' پیدائش کے عمل' شیر خوارگی اور
بچپن کے درمیانی مدارج کے بغیر ایک اچھا خاصہ انسان مٹی کے
پتلے سے بن کر کھڑا ہو سکتا ہے۔"

یہ نرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں ہے امام صاحب اس کی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جیسا کہ برسات میں کیڑے مکوڑے سڑی گلی مٹی میں ایک
خاص اعتدالی کیفیت پیدا ہو جانے سے جان دار اور ذی روح بن
جاتے ہیں۔" (1)

((1)۔ "مطالب عالیہ" از امام رازیؒ بحوالہ سیرت النبی جلد سوم
صفحہ ۴۱' ۴۲ مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء)

ایک اور خلافِ "قانون قدرت" واقعہ

امام رازیؒ نے جو کچھ لکھا ہے وہ تو نظریات کی حد تک ہے لیکن ہندوستان کے شہر "بردوان" میں جو واقعہ پیش آیا وہ تو ایک ایسا مشاہدہ ہے جس کا انکار کیا ہی نہیں جا سکتا۔ یہ واقعہ مولانا سید سلیمان ندوی نے اس زمانے کے مشہور اور نہایت معتبر انگریزی اخبار "لیڈر" کے حوالے سے اپنی کتاب میں درج کیا ہے اخبار لکھتا ہے کہ :

"بردوان میں ایک عجیب پر اسرار واقعہ پیش آیا جس نے لوگوں میں سنسنی پیدا کر دی ہے۔ لالہ کندن لال کپور ایک کھتری زمیندار ۱۱ ماہ حال کو ۶ بجے شام کو مر گیا۔ متوفی چونکہ سوریہ بنسی (سورج بنسی) کھتری تھا اس لئے جب تک دوسرے دن صبح آفتاب نہ نکل گیا اس کی لاش جلائی نہیں گئی۔ جلانے سے پہلے اس کے لڑکے انندلال نے ایک

خالی کمرہ میں جہاں اور کوئی نہ تھا' لاش کا فوٹو لیا' لیکن اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ اس کے فوٹو پر پانچ اور دھندلی تصویریں آ گئی ہیں- ان تصویروں میں سے دو کو تو خاندان کے لوگوں نے پہچانا تھا کہ متوفی کی پہلی بیوی اور لڑکے کی ہیں جن کو مرے ہوئے کئی سال ہو چکے ہیں- باقی تین تصویریں جو زیادہ روشن نہ تھیں پہچانی نہیں جا سکیں-" (سیرت النبی جلد سوم صفحہ نمبر ۱۵۵ مولفہ سید سلمان ندوی)

غور کرنا چاہیئے کہ اصولی اور عقلی لحاظ سے تو فوٹوگرافی کی فلم پر صرف لاش کی تصویر آنی چاہئے تھی' یہ باقی پانچ تصویریں کہاں سے آ گئیں؟ جن میں سے دو کو پہچان بھی لیا گیا جو مرے ہوئے شخص کی پہلی بیوی اور بیٹے کی تھیں جنہیں فوت ہوئے کئی سال ہو چکے تھے- یہ دونوں کیا زندہ ہو کر پھر دوبارہ دنیا میں آ گئے تھے؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی ارواح نے عارضی طور پر جسمانی قالب اختیار کر لیا تھا جو صرف ایک دو سیکنڈ کے لئے تھا جسے کیمرے نے محفوظ کر لیا- کیا یہ واقعہ عقل انسانی سے بعید نہیں؟

جنابِ مرزا صاحب کا تبصرہ

قوانینِ قدرت اور خلاف عقل پیش آنے والے اسی قسم کے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے جنابِ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

> غرض یہ عجائب خانہ دنیا کا بے شمار عجائبات سے بھرا ہوا ہے جو دانا اور شریف حکیم گذرے ہیں انہوں نے اپنے چند معدود معلومات پر ہرگز ناز نہیں کیا اور وہ اس بات کو بہت بے شرمی اور گستاخی سمجھتے رہے ہیں کہ اپنے محدود تجربے کا نام خدا تعالیٰ کا قانونِ قدرت رکھیں-" (سرمہ چشم آریہ صفحہ ۵۲' ۵۳)

معجزۂ شق القمر اور جنابِ مرزا صاحب

ہمیں نہیں معلوم کہ معجزۂ شق القمر کو فاضل مکتوب نگار تسلیم کرتے ہیں یا اسے بھی قانون قدرت کے خلاف سمجھتے ہیں کیونکہ بظاہر تو چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا صریحاً قانونِ قدرت کے خلاف ہے اس کے نتیجے میں سارا نظام شمسی تباہ ہو جاتا مگر جنابِ مرزا

صاحب قانونِ قدرت کیخلاف رونما ہونیوالے اس واقعے کو نہ صرف رسمی طور پر تسلیم کرتے ہیں بلکہ بہت زور
اور تحدی سے اس کے حق میں دلائل دیتے ہیں چنانچہ ہوشیار پور (بھارت) کے آریہ
لیڈر ماسٹر لالہ مرلی دھر نے معجزۂ شق القمر کی صداقت اور عدم صداقت پر مرزا صاحب
سے مباحثہ کیا اور اس معجزے پر سب سے بڑا اور مشہورِ زمانہ اعتراض یہ کیا کہ اگر چاند
پھٹ جاتا تو انتظامِ عالم میں فتور واقع ہو جاتا یعنی سارا نظام شمسی تباہ ہو جاتا۔ جنابِ مرزا
صاحب لالہ مرلی دھر کو ان کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"دانشمند لوگ جو خدائے تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں سے ہمیشہ
ہیبت زدہ رہتے ہیں خوب جانتے ہیں کہ حکیم مطلق جس کی
حکمتوں کا انتہا نہیں اس کی طرف سے قمر و شمس میں ایسی
خاصیت مخفی ہونا ممکن ہے کہ باوجود **انشقاق** (شق ہو جانے)
کے ان کے فعل میں فرق نہ آوے۔ اسی کی طرف اشارہ پایا جاتا
ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"اقربت الساعة وانشق القمر"

"نزدیک آگئی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند"۔

اس کے بعد جنابِ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ روز ازل سے حکیمِ مطلق نے ایک خاصہ ء مخفی چاند
میں رکھا ہوا تھا کہ ایک ساعتِ مقررہ پر اس کا **انشقاق** ہو گا (شق ہو جائے گا) اور یہ
ظاہر ہے کہ نجوم اور شمس و قمر کے خواص کا ظہور ساعاتِ مقررہ سے وابستہ ہے .....
اور حقیقت میں قوانینِ قدرتیہ کا شیرازہ انہی ساعات سے باندھا گیا ہے سو کیا عمدہ اور پر
حکمت اور فلسفیانہ اشارہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے آیتِ مندرجہ بالا میں فرمایا کہ چاند
پھٹنے کی جو ساعت مقرر اور مقدر تھی وہ نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا جیسا کہ اللہ
تعالیٰ اس آیت کے آگے بھی فرماتا ہے کہ:

"وکذبوا واتبعوا اھوآءھم وکل امر مستقر"○

یعنی کفار نے تو چاند پھٹنے کو سحر پر حمل کیا اور تکذیب کی مگر یہ سحر نہیں ہے بلکہ
خدا تعالیٰ کے ان امور یعنی قوانینِ قدرتیہ میں سے ہے جو اپنے اپنے وقتوں پر قرار

پکڑنے والے ہیں۔ (سرمہ چشم آریہ صفحہ نمبر ۷۰ تا ۷۲)

جنابِ مرزا صاحب کے جواب سے لاجواب ہو کر لالہ مرلی دھرنے دوسرا اعتراض یہ کیا کہ:

"ممالکِ غیر اور اقوام غیر کی تاریخ میں ایسی بڑی بات کا ذکر (یعنی شق القمر کا ذکر) ضرور ہونا چاہئے۔"

جناب مرزا صاحب اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"میں کہتا ہوں کہ آپ اپنے اسی قول سے ملزم ٹھہر سکتے ہیں کیونکہ جس حالت میں چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا دعویٰ زور شور سے ہو چکا تھا یہاں تک کہ خاص قرآن شریف میں مخالفوں کو الزام دیا گیا کہ انہوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا اور اعتراض کر کے کہا کہ یہ پکا جادو ہے اور پھر یہ دعویٰ نہ صرف عرب میں بلکہ اسی زمانے میں تمام ممالکِ روم و شام و مصر و فارس وغیرہ دور دراز ممالک میں پھیل گیا تھا تو اس صورت میں یہ بات کچھ تعجب کا محل نہ تھا کہ مختلف قومیں جو مخالفِ اسلام تھیں وہ دم بخود اور خاموش رہتیں اور بوجہ عناد و بغض و حسد شق القمر کی گواہی دینے سے زبان بند رکھتیں کیونکہ منکر اور مخالف کا دل اپنے کفر اور مخالفت کی حالت میں کب چاہتا ہے کہ وہ مخالف مذہب کی تائید میں کتابیں لکھے یا اس کے معجزات کی گواہی دیوے ..... سو میں پوچھتا ہوں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے عام اور اعلانیہ طور پر یہ دعویٰ مشہور کر دیا تھا کہ میرے ہاتھ سے معجزہ شق القمر وقوع میں آگیا ہے اور کفار نے اس کو بچشم خود دیکھ بھی لیا ہے مگر اس کو جادو قرار دیا (اگر آنحضرت) اپنے اس دعوے میں سچے نہیں تھے تو پھر کیوں مخالفینِ آنحضرت جو اسی زمانہ میں تھے جن کو یہ خبریں گویا نقارے کی آواز سے پہنچ چکی تھیں چپ رہے اور کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ..... (دریافت نہ کیا کہ) آپ نے کب چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا اور کب ہم نے اس کو جادو کہا ..... کیوں (ان لوگوں نے) اپنے مرتے دم تک خاموشی اختیار کی اور مونہہ بند رکھا یہاں تک کہ اس عالم سے گذر گئے ..... حالانکہ ان پر واجب و لازم تھا کہ اتنا بڑا دعویٰ اگر افترا محض تھا اور صدہا کوسوں میں مشہور ہو گیا تھا اس کی رد میں کتابیں لکھتے اور دنیا میں شائع اور مشہور کرتے ..... تو یہ صریح دلیل اس بات پر ہے کہ مخالفین ضرور شق القمر مشاہدہ کر چکے تھے۔"

(سرمۂ چشم آریہ صفحہ ۷۳ تا۷۶)

آگے چل کر مرزا صاحب "تاریخِ فرشتہ" کے حوالے سے اس معجزے پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

"معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی شہرت ہندوؤں میں مولف "تاریخِ فرشتہ" کے وقت میں بھی بہت کچھ پھیلی ہوئی تھی کیونکہ اس نے اپنی کتاب کے مقالہ یازدہم میں ہندوؤں سے یہ شہرت یافتہ نقل لے کر بیان کی ہے کہ شہر "دہار" (جو صوبہ مالوہ) میں واقعہ ہے اب اس کو شاید "دہارانگری" کہتے ہیں وہاں کا راجہ اپنے محل کی چھت پر بیٹھا تھا ایک بارگی اس نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور پھر مل گیا اور بعد تفتیش اس راجہ پر کھل گیا کہ یہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے تب وہ مسلمان ہو گیا اس ملک کے لوگ اس کے اسلام کی وجہ یہی بیان کرتے تھے اور اس گردونواح کے ہندوؤں میں یہ ایک واقعہ مشہور تھا۔"

(سرمہ ء چشم آریہ صفحہ ۷۹)

ہم نے جنابِ مرزا صاحب کی کتاب سے یہ طویل اقتباسات صرف اس لئے پیش کئے ہیں کہ فاضل مکتوب نگار انہیں موجودہ زمانے کے لئے حکم و عدل تسلیم کرتے ہیں۔ اس حکم و عدل نے ایک ایسے واقعے کی تائید و تصدیق میں صفحات کے صفحات سیاہ کر دئے جو بظاہر قانونِ قدرت کے خلاف تھا اور اس خیال کی سختی سے تردید کی کہ جو واقعہ ہماری محدود عقل میں نہ آئے ضروری نہیں کہ وہ قانونِ قدرت کے بھی خلاف ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کی کوئی انتہا نہیں۔ انہی لامحدود قوانینِ قدرت میں سے حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش بھی ہے آیئے دیکھیں جنابِ مرزا صاحب اس واقعہ ء عجیبہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

اطبائے قدیم کی نظر میں بن باپ پیدائش

پہلے تو جنابِ مرزا صاحب علم طب اور اطبائے قدیم کی تحقیقات کی روشنی میں اس پیدائشِ عجیبہ کا جائزہ لیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

"علامہ شارح "قانون" جو طبیبِ حاذق اور بڑا بھاری فلسفی ہے ایک جگہ اپنی کتاب میں

لکھتا ہے (کہ) جو یونانیوں میں یہ قصے بہت مشہور ہیں کہ بعض عورتوں کو جو اپنے وقت میں عفیفہ اور صالحہ تھیں بغیر صحبتِ مرد کے حمل ہو کر اولاد ہوئی ہے۔ پھر علامہ موصوف بطور رائے کے لکھتا ہے کہ یہ سب قصے افترا پر محمول نہیں ہو سکتے کیونکہ بغیر کسی اصل صحیح کے مختلف افراد اور مہذب قوموں میں ایسے دعاوی ہرگز فروغ نہیں پا سکتے ہیں اور نہ عورتوں کو جرات ہو سکتی ہے کہ وہ زانیہ ہونے کی حالت میں اپنے حمل کی ایسی وجہ پیش کریں جس سے (وہ) اور بھی (اپنی) ہنسی کرائیں اور ہمیں اس بات سے پرہیز کرنا چاہئے کہ خواہ مخواہ ایسی تمام عورتوں پر زنا کا الزام لگائیں جو مختلف ملکوں اور قوموں اور زمانوں میں مستور الحال گذر چکی ہیں کیونکہ طبی قواعد کی رو سے ایسا ہونا ممکن ہے وجہ یہ کہ بعض عورتیں جو بہت ہی نادرالوجود ہیں بباعثِ غلبۂ رجولیت اس لائق ہوتی ہیں کہ منی ان کی دونوں طور قوتِ فاعلی و انفعالی رکھتی ہو اور کسی سخت تحریکِ خیالِ شہوت سے جنبش میں آکر خود بخود حمل ٹھہر جانے کا موجب ہو جائے" (سرمہ ٔ چشم آریہ صفحہ ۴۸)

ولادتِ مسیحؑ خلافِ قانونِ قدرت نہیں

جنابِ مرزا صاحب اپنی ایک اور کتاب میں خاص حضرت مسیحؑ کے بن باپ پیدائش کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"حضرت مسیحؑ کا بغیر باپ پیدا ہونا بھی امورِ نادرہ میں سے ہے' خلافِ قانونِ قدرت نہیں ہے کیونکہ یونانی' مصری' ہندی طبیبوں نے اس امر کی بہت سی نظیریں لکھی ہیں کہ کبھی بغیر باپ کے بھی بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ بحکمِ قادرِ مطلق ان میں دونوں قوتیں "قاعدہ" اور "منعقدہ" پائی جاتی ہیں اس لئے دونوں خاصیتیں ذکر اور انثی (مرد اور عورت) کی ان کے تخم میں موجود ہوتی ہیں۔ یونانیوں نے بھی ایسی پیدائشوں کی نظیریں دی ہیں اور ہندوؤں نے بھی دی ہیں اور ابھی حال میں مصر میں جو طبی کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان میں بڑی تحقیق کے ساتھ (بن باپ پیدا ہونے کے بارے میں ناقل) ان نظیروں کو پیش کیا ہے۔" ("تحفہ گولڑویہ" حاشیہ صفحہ نمبر ۲۰۲' ۲۰۳ مطبوعہ در مطبع ضیاء الاسلام قادیان ضلع گورداسپور یکم ستمبر ۱۹۰۲ء)

بن باپ پیدائش کی ہزاروں نظیریں

ہمارے فاضل مکتوب نگار ایک حضرت مسیحؑ کے بن باپ پیدا ہونے پر اظہارِ تعجب کر رہے ہیں مگر جنابِ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ :

"دنیا میں ہزار ہا افراد ایسے ہیں جو بے باپ پیدا ہوئے اور غایتِ کار یہ امر امورِ نادرہ میں سے ہے، نہ یہ خلافِ قانونِ قدرت اور عادت اللہ سے باہر ہے۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۰۸ کا حاشیہ)

حضرت مریمؑ کا یوسف نجار سے نکاح کیوں کیا گیا

اب ہم اس موضوع کے ایک ایسے پہلو کی طرف آتے ہیں جس نے راقم الحروف کو تو ہلا کر رکھ دیا۔ آج تک حضرت مریمؑ اور جنابِ یوسف نجار کے نکاح اور منگنی کے بارے میں ہم نے جو کچھ پڑھا تھا اور فاضل مکتوب نگار اور ان کے ہم مسلک افراد نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا تھا وہ سب محض قصے کہانیاں معلوم ہوتے ہیں جن کی بنیاد انجیل مقدس پر رکھی گئی تھی مگر جنابِ مرزا صاحب نے دنیا کے سامنے وہ حقائق پیش کئے جنھوں نے یہ ساری بساط ہی الٹ کر رکھ دی۔ یہ قصہ ہے حضرت مریمؑ اور جناب یوسف نجار کے نکاح کا جنابِ مرزا صاحب لکھتے ہیں :

"وہ انجیلیں جو حال میں لندن سے چھپی ہیں ..... ان میں بھی یہ نذر (حضرت مریمؑ کو ہیکل کی نذر کرنے) کا قصہ موجود ہے جو قرآنِ شریف سے مطابقت رکھتا ہے بلکہ ان میں تو لکھا ہے کہ نہ صرف ماں نے یہ نذر مانی تھی بلکہ مریم کے باپ نے بھی مانی تھی اور خود مریمؑ نے بھی بالغ ہو کر نئے سرے سے اپنے اقرار اور عہد سے اس نذر کی تجدید کی تھی یعنی خدا کے آگے عہد کیا تھا کہ وہ مرتے دم تک خاوند نہیں کرے گی۔ اب اس جگہ طبعاً" یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجود اس موکد عہد اور نذر کے جو مریمؑ کے باپ اور ماں اور خود مریمؑ کی طرف سے تھا پھر کیوں مریمؑ نے خاوند کر لیا اور توریت کے حکم کو توڑا۔

اس سوال کا جواب کسی پادری صاحب نے صفائی سے نہیں دیا لیکن حال میں مجھے ایک فاضل یہودی کی کتاب ملی ہے جس نے صحیح طور پر اس عقدہ کو حل کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ مریم جب ہیکل کی خدمت کے لائق ہوئی تو کچھ مدت تو نیک نامی کے ساتھ خدمت میں مشغول رہی لیکن بالغ ہونے کے ساتھ ہی کسی نامعلوم طریق سے اس کو حمل ہو گیا اور اس پر شبہات پیدا ہوئے اور یہودیوں نے ایک رومی سپاہی پر الزام لگایا۔ بہرحال جب وہ حاملہ پائی گئی تو ہیکل کے بزرگوں کو یہ امر بہت شاق گذرا اور انہوں نے اس حمل کے بعد مریم کو ہیکل کی خدمت پر رکھنا نامناسب تصور کیا اس لئے انہوں نے کوشش کر کے ایک بوڑھا آدمی اسرائیل میں سے تلاش کیا جس کا نام یوسف تھا اور اس کو مجبور کیا کہ مریم کو نکاح میں لاوے۔ وہ شخص بوڑھا بھی تھا اور وجہِ معاش بھی نہایت قلیل تھی یعنی بڑھئی تھا اور اس کے گھر میں اس کی جورو بھی زندہ موجود تھی۔ ان مشکلات کے سبب سے مریم کے جورو بنانے سے اس نے انکار کیا اور بزرگوں کی خدمت میں باادب عرض کی کہ میں بوڑھا ہوں اور میرے گھر میں ایک بیوی موجود ہے اور بچے بھی ہیں اس لئے مجھے اس نکاح سے معاف رکھا جائے مگر بزرگوں نے بہت اصرار کر کے بسرعت تمام مریم کا اس سے نکاح کرا دیا اور مریم کو ہیکل سے رخصت کر دیا تاکہ خدا کے مقدس گھر پر نکتہ چینیاں نہ ہوں پھر کچھ تھوڑے دنوں کے بعد ہی وہ لڑکا پیدا ہو گیا جس کا نام یسوع رکھا گیا۔

غرض اس یہودی فاضل کے بیان سے ..... بخوبی سمجھ آ سکتا ہے کہ کیوں ضرورت نکاح کی پڑی تھی اور اس کے مقابل پر جو انجیلوں میں بیان ہے کہ گویا مریم صدیقہ کا معمولی طور پر جیسا کہ دنیا جہان میں دستور ہے یوسف سے ناطہ ہوا تھا بالکل دروغ اور بناوٹ ہے بلکہ سچ بات یہی ہے کہ ہیکل کے منتظم بزرگوں نے ایک باکرہ عورت کے حمل کو دیکھ کر اور دشمنوں کے اعتراض سے ڈر کر اور خاندان کی فضیحت سے اندیشہ کر کے پردہ پوشی کے لئے یہ تدبیر سوچی تھی اور ہرچند وہ جانتے تھے کہ ایسا نکاح توریت کے برخلاف ہے کیونکہ وہ عہد جو مریم کے تارکہ (تارک الدنیا) رکھنے میں خدا سے کیا تھا وہ اس میں ٹوٹتا تھا تاہم ننگ و ناموس کی مصلحت نے اور شماتتِ اعدا کے خوف نے ان کو اس کام کے لئے سخت مجبور کر دیا تھا اور ہرچند اس حمل کو اس طرح

پر پوشیدہ کیا گیا تھا تاہم شریر یہودیوں نے جو اس خاندان کے دشمن تھے ناجائز طور پر شہرت دیدی تھی چنانچہ آج تک انہی خیالات سے وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کو جو یسوع ہے "یسو" بولتے ہیں یعنی بغیر "ع" کے اور یہ ایک ایسا گندہ لفظ ہے جس کا ترجمہ کرنا ادب سے دور ہے اور میرے دل میں گذرتا ہے کہ قرآن شریف نے جو حضرت مسیح علیہ السلام کا نام عیسیٰ رکھا وہ اسی مصلحت سے ہے کہ یسوع کے نام کو یہودیوں نے بگاڑ دیا تھا اور ایسے بدخطابوں سے ان کا یہ مطلب تھا کہ اپنی جبلی شرارتوں سے حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ صدیقہ کے چال چلن پر حملہ کریں اور ان کو عصمت اور طہارت سے محروم قرار دیں۔" ("ری ویو آف ریلیجنز" قادیان (اپریل ۱۹۰۲ء جلد اول نمبر ۴ صفحہ ۱۵۶ تا صفحہ ۱۵۸)

قرآن کا دعویٰ کہ مسیحؑ بن باپ پیدا ہوئے

جناب مرزا صاحب کی اس تحقیق نے جن حقائق کی نشاندہی کی ہے ہمارے فاضل مکتوب نگار دوست اور ان کے ہم مسلک اصحاب ان پر غور فرمائیں۔ اس تحقیق کی رو سے مندرجہ ذیل آٹھ نکات پیدا ہوتے ہیں:۔

(۱) حضرت مریمؑ کے والدین نے انہیں ہیکل کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا' خود حضرت مریمؑ نے بالغ ہو کر اس عہد کی تجدید کی اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ وہ ساری عمر کنواری رہیں گی' لیکن ------ ؟

(۲) بالغ ہونے کے کچھ مدت بعد انہوں نے شادی کرلی اور خدا سے کیا ہوا عہد توڑ دیا۔

(۳) یہ شادی انہوں نے خوشی سے نہیں کی نہ خوش دلی سے اس عہد کو توڑا بلکہ وہ مجبور ہو گئی تھیں۔ مجبوری یہ تھی کہ وہ حاملہ ہو گئی تھیں۔ اگرچہ یہ حمل ناجائز نہیں تھا' وہ کسی مرد کے چھوئے بغیر محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حاملہ ہوئی تھیں مگر اس صورت میں وہ ہیکل سے وابستہ نہیں رہ سکتی تھیں کیونکہ اس سے ہیکل کی سخت بدنامی ہوتی۔

(۴) یہی وجہ تھی کہ ہیکل کے اکابر نے ایک غریب و نادار اسرائیلی سے ان کا نکاح کر کے انہیں ہیکل سے رخصت کر دیا۔

(۵) گویا وہ حاملہ پہلے ہوئیں اور نکاح بعد میں کیا گیا۔

(۶) نکاح بھی ایک بوڑھے اسرائیلی سے ہوا جو پہلے ہی شادی شدہ تھا اس کی بیوی بھی موجود تھی اور بچے بھی تھے اسی لئے وہ حضرت مریمؑ سے نکاح کرنے پر رضامند نہ تھا۔

(۷) یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ کا نکاح کسی نوجوان اسرائیلی سے کیوں نہیں کیا گیا؟ اس کی یہی وجہ تھی کہ ایسی عورت سے کون نوجوان نکاح کرتا جو نکاح سے قبل ہی حاملہ ہو گئی تھیں اس لئے ایک بوڑھے اسرائیلی کو منتخب کیا گیا۔

(۸) اس نکاح کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد جنابِ مسیحؑ پیدا ہو گئے مگر اس پیدائش کو یہودیوں نے ناجائز قرار دیا کیونکہ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت مریمؑ نکاح سے پہلے ہی حاملہ ہو گئی تھیں اور یہ نکاح محض پردہ پوشی کے لئے تھا۔ اس کے بعد جنابِ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:

> "یہ قرآن شریف کا مسیحؑ اور اس کی والدہ پر احسان ہے کہ کروڑہا انسانوں کی 'یسوع کی ولادت کے بارے میں زبان بند کر دی اور ان کو تعلیم دی کہ تم یہی کہو (کہ) **وہ بے باپ پیدا ہوا تھا**"۔ (ری ویو آف ریلیجنز اپریل ۱۹۰۲ء جلد اول نمبر ۴ صفحہ ۱۵۹)

مسیحؑ کی یوسف کے ذریعے پیدائش جاہلانہ خیال ہے

جنابِ مرزا صاحب اپنے اسی مضمون میں اس نظریے کی سخت ترین الفاظ میں تردید کرتے ہیں کہ جنابِ یوسف نجار حضرت مسیحؑ کے باپ تھے چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

> "یہ خیال کہ مریم کا یوسف سے ناطہ ہو گیا تھا اور اس کے بعد یوسف سے حمل ہو گیا نہایت جاہلانہ خیال اور نصِ صریحِ قرآن کے مخالف ہے اور انجیل بھی اس خیال کی تکذیب کرتی ہے۔"
> ("ری ویو آف ریلیجنز" اپریل ۱۹۰۲ جلد اول نمبر ۴ صفحہ ۱۵۶)

یحییٰؑ کی پیدائش بھی خرقِ عادت تھی

ہمارے فاضل مکتوب نگار تو ابھی تک صرف اس بات پر حیران ہیں کہ راقم الحروف نے حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو بن باپ لکھ کر قانونِ قدرت کو توڑ دیا لیکن ان کی معلومات میں یہ پڑھ کر یقیناً اضافہ ہو گا کہ جنابِ مرزا صاحب نے نہ صرف حضرت

مسیحؑ بلکہ حضرت یحییٰؑ کی پیدائش کو بھی خرقِ عادت قرار دیا ہے چنانچہ وہ اپنی عربی کتاب "مواہب الرحمٰن" میں لکھتے ہیں کہ :-

"ومن عقاید نا ان عیسیٰ و یحییٰ قد ولد طریق خرق العادۃ ولا استبعاد فی ھذہ الولادۃ۔" (مواہب الرحمٰن صفحہ ۲۸۹ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان جنوری ۱۹۰۳)

یعنی ______ "یہ عقیدہ ہمارے عقائد میں داخل ہے کہ عیسیٰؑ اور یحییٰؑ کی پیدائش عام اور معمول کے طریق کے مطابق نہ تھی بلکہ خرقِ عادت کے طور پر معجزانہ رنگ میں ہوئی تھی اور اس پیدائش میں کوئی امر بعید از عقل نہیں۔" پھر آگے چل کر رقم طراز ہیں کہ :

"فاول ما فعل لھذ ہ الارادۃ ھو خلق عیسیٰ من غیر اب بالقدرۃ المجردہ" (مواہب الرحمٰن صفحہ ۲۹۱)

(یعنی) "پس اول تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کو محض اپنی قدرت کاملہ سے **بغیر باپ** کے پیدا کرے۔"

گویا اپنی اس تحریر میں جناب مرزا صاحب حضرت مسیحؑ کی بغیر باپ پیدائش کو ارادہَ الٰہی قرار دے رہے ہیں یعنی ایسا نہیں کہ اطبائے قدیم اور سائنس کی تحقیقات کی رو سے جیسے شاذ کے طور پر کسی عورت میں مرد اور عورت دونوں کے جرثومے موجود ہوتے ہیں اور وہ اتفاقی اور حادثاتی طور پر باہم مل جاتے ہیں جس کے نتیجے میں حمل قرار پا جاتا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں اتفاقی اور حادثاتی طور پر ایسا نہیں ہوا بلکہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش خاص ارادہَ الٰہی کے تحت ہوئی۔ آگے چل کر جناب مرزا صاحب حضرت یحییٰؑ کی پیدائش کو بھی خرقِ عادت کے تحت قرار دے کر اسے بھی ارادہَ الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں۔

یحییٰؑ اور مسیحؑ کی خلاف معمول پیدائش کا راز؟

اس طویل بحث میں جس کا ایک اقتباس اوپر درج کیا گیا ہے جناب مرزا صاحب اس امر الٰہی کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو بغیر باپ کے اور حضرت یحییٰؑ کو معجزانہ رنگ میں ایک بانجھ عورت کے بطن سے کیوں پیدا کیا اور اس

میں کیا حکمت تھی چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت یحییٰ" اور حضرت عیسیٰ" کی اس غیر معمولی پیدائش سے غرض یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک نشانِ عظیم دکھانا چاہتا تھا اور وہ یہ کہ یہود نے میانہ روی اور راہِ راست کو ترک کر دیا تھا' ان کے اعمال و اقوال میں خباثت داخل ہو گئی تھی' ان کے دل گندے ہو گئے تھے' وہ اللہ کے نبیوں کو آزار پہنچاتے اور (ان) معصوموں کو قتل کرتے تھے فسق و فجور اور ظلم میں حد سے گذر گئے پس جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ان کے قلب سیاہ ہو گئے ہیں ان کی طبائع سخت ہو گئی ہیں اور ظلمت میں ڈوب گئی ہیں' وہ اعتدال کا راستہ گم کر بیٹھے ہیں ..... خدا تعالیٰ کو بھی فراموش کر چکے ہیں' بالکل ناقابلِ اصلاح ہو چکے ہیں اور ان کی حالت اس مجذوم کی ہو گئی ہے جس کے اعضائے جسم کوڑھ کی وجہ سے گل گئے ہوں اور اس کی صورت مکروہ ہو گئی ہو پس چونکہ وہ اس حالت کو پہنچ گئے تھے کہ خدا نے ان پر لعنت بھیج دی اور ان بدکاروں پر اپنا غضب نازل کیا اور ارادہ فرمایا کہ ان سے نبوت کی نعمت واپس لے لی جائے پس اس نے حضرت مسیح" کو بغیر باپ کے پیدا کیا (تاکہ یہودی یہ دعویٰ نہ کر سکیں کہ ان میں نبوت کا سلسلہ جاری ہے) یہی وجہ کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ" کو بھی "قوائے اسرائیلیہ بشریہ" سے پیدا نہیں کیا بلکہ اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا۔ اصل عربی الفاظ یہ ہیں:۔

"فان یحییٰ ما تولد من القوی الاسرائیلیة الشریة بل من قدرة اللہ الفعال" (مواہب الرحمٰن صفحہ ۲۹۱)

گویا یہودی اپنے خبث باطن' اپنی بدکرداریوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغضوب و معتوب ہو جانے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہے تھے کہ ان کے تخم سے کوئی نبی پیدا ہو پس اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح" کو بغیر باپ پیدا کر کے بطور سزا ان سے نبوت کی نعمت سلب کر لی کیونکہ مسیح" کے نام سے جو نبی پیدا ہوا وہ کسی یہودی باپ کا بیٹا نہ تھا اور اسی طرح ان سے پہلے حضرت یحییٰ" بھی کسی اسرائیلی بشر کی ذاتی قوت سے پیدا نہیں ہوئے بلکہ محض قدرت الٰہی سے پیدا ہوئے تھے۔ یعنی ضعیفی اور پیرانہ سالی کی وجہ سے حضرت زکریا" کی مردانہ قوت ختم ہو جانے کے بعد جو ان کی ذاتی اور اسرائیلی قوت تھی' اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی جناب سے ایک نئی قوت دی تھی' جو ان کی ذاتی اور اسرائیلی

قوت نہ تھی بلکہ الٰہی قوت تھی۔ آگے چل کر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اب اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نبوت بنی اسرائیل سے منقطع کر کے بنی اسماعیل کی طرف منتقل کر دیا اور ہمارے آقا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے طور پر مبعوث ہوئے جو بنو اسماعیل میں سے تھے یہ بڑا بھاری راز تھا جناب مسیحؑ کو بغیر باپ پیدا کرنے کا۔

اب ہمارے فاضل مکتوب نگار دوست فرمائیں کہ کیا جناب مرزا صاحب نے حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش کے بارے میں ذرہ بر بھی گنجائش چھوڑی اور کیا اس عقیدہ کا پوری طاقت سے قلع قمع نہیں کر دیا کہ جناب مسیحؑ کا ایک دنیاوی باپ تھا جس کا نام یوسف تھا۔

مسیحؑ کی بن باپ پیدائش کا منکر خارج اسلام

اس عقیدے کو جناب مرزا صاحب صریح گمراہی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ تھے اور اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں نیچری جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ ایسے لوگوں کا خدا مردہ خدا ہے اور ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں کر سکتا ہم ایسے آدمی کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔" (الحکم جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۲۳ مورخہ ۲۴ جون ۱۹۰۱ صفحہ ۱۱)

اب اس کے بعد اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ جناب مرزا صاحب نے آخر میں اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا تھا اور وہ حضرت مسیحؑ کا ایک دنیاوی باپ تسلیم کرنے لگے تھے تو وہ بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کرتا ہے۔ اگر مرزا صاحب نے اپنے پہلے عقیدے سے رجوع کر لیا تھا تو اس کا کوئی ثبوت ہے؟ انہوں نے کس کتاب میں، کس اشتہار میں، کس اخبار میں اس کا اعلان کیا؟ ان کی ایک تحریر بھی ایسی ہے جو مدعی اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرے؟۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ جس عقیدے کی صحت کے ثبوت میں انہوں نے قرآن شریف، انجیل اور تاریخ سے دلائل کے انبار لگا دیئے اور سیکڑوں صفحات سیاہ

کر دئے حتیٰ کہ ایسے شخص کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیدیا جو مسیحؑ کی بن باپ پیدائش کا انکار کرتا ہے، پھر خود ہی اس عقیدے سے تائب ہو گئے؟ کس قدر خلافِ عقل بات ہے۔

حضرت مسیحؑ کا بچپن میں کلام

چونکہ فاضل مکتوب نگار حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش کو قانونِ قدرت اور عقل کے خلاف قرار دے چکے تھے اس لئے موصوف کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر حضرت مسیحؑ کے گہوارے میں کلام کرنے کے واقعے کو درست تسلیم کر لیا جائے تو وہ ساری عمارت گر جائے گی جو انہوں نے حضرت مسیحؑ کے بن باپ پیدا ہونے کے خلاف کھڑی کی ہے اور ان سے سوال کیا جائے گا کہ اگر ایک بچہ گہوارے یا اپنی ماں کی گود میں علم و حکمت کی باتیں کر سکتا ہے اور یہ امر قانون قدرت کے خلاف نہیں تو ایک شخص کا بن باپ پیدا ہو جانا قانونِ قدرت کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے چنانچہ انہوں نے لکھ دیا کہ:

> ''معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت عیسیٰ جوان ہو چکے تھے اور نبوت آپؑ کو عطا ہو چکی تھی مگر پرانے بزرگوں کے سامنے وہ بچہ تھے۔''

افسوس کہ صاحبِ موصوف نے آیت قرآنی کی یہ تشریح بھی اپنے پیشوا کے عقیدے کے خلاف کی ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ جنابِ مرزا صاحب بچپن میں کلام کرنے سے کیا مراد لیتے ہیں اور لفظ ''کہل'' کے کیا معنی کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''کہل'' کے لفظ سے (لوگ) درمیانی عمر کا آدمی مراد لیتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں دیکھئے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے اس میں کہل کے معنی جوانِ مضبوط کے لکھے ہیں اور یہی معنی قاموس اور تفسیرِ کشاف وغیرہ میں موجود ہیں اور سیاق و سباق آیات کا بھی انہی معنوں کو چاہتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہ کا اس کلام سے مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ ابن مریم نے خورد سالی کے زمانے میں کلام کر کے اپنے نبی ہونے کا اظہار کیا پھر ایسا ہی جوانی میں بھر کر (یعنی بھرپور جوانی میں) اور مبعوث ہو کر اپنی نبوت کا اظہار کرے گا۔ سو کلام سے مراد وہ خاص کلام ہے جو حضرت مسیحؑ نے ان یہودیوں سے کیا تھا جو یہ الزام ان کی والدہ پر لگاتے تھے اور جمع ہو کر آئے تھے کہ

اے مریم تو نے یہ کیا کام کیا۔ پس یہی معنی منشاء کلام الٰہی کے مطابق ہیں اگر ادھیڑ عمر کے زمانے کا کلام مراد ہوتا تو اس صورت میں یہ آیت نعوذ باللہ لغو ٹھہرتی گویا اس کے معنی یہ ہوتے کہ مسیحؑ نے خورد سالی میں کلام کی اور پھر پیرانہ سالی کے قریب پہنچ کر کلام کرے گا اور درمیان کی عمر میں بے زبان رہے گا۔ مطلب تو صرف اتنا تھا کہ دو مرتبہ اپنی نبوت کی گواہی دے گا' منصف کے لئے ایک بخاری کا دیکھنا ہی کافی ہو گا۔" (الحق دہلی صفحہ ۳۷)

جناب مرزا صاحب اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ آگے چل کر اس امر کی بھی وضاحت کر دی کہ خورد سالی سے کیا مراد ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

> "حضرت عیسیٰؑ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مہد میں بولنے لگے اس کا یہ مطلب نہیں کہ پیدا ہوتے ہی بولنے لگے یا دو چار مہینے کے بولنے لگے بلکہ اس سے مطلب یہ ہے کہ جب وہ دو چار برس کے ہوئے کیونکہ یہی وقت پنگھوڑوں میں کھیلنے کا ہوتا ہے اور ایسے بچے کے لئے باتیں کرنا کوئی تعجب انگیز امر نہیں۔ ہماری لڑکی امتہ الحفیظ بھی بڑی باتیں کرتی ہے۔" (الحکم جلد نمبر ۱۱ مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

ہمیں امید ہے کہ جناب مرزا صاحب کی مختلف کتب و رسائل کے اقتباسات فاضل مکتوب نگار کے اطمینان قلب کے لئے کافی ثابت ہوں گے اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ کہنے میں بھی حق بجانب ہیں کہ گذشتہ صفحات میں جو تصریحات پیش کی گئی ہیں اور جو دلائل دئے گئے ہیں ایک منصف مزاج' غیر متعصب اور معقولیت پسند شخص ان سے اتفاق کئے بغیر نہیں رہ سکتا' اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کارخانہ ء قدرت کے اسرار کا کروڑواں حصہ بھی ابھی ہمارے احاطہ ء علم میں نہیں آسکا پھر ہم کس بنیاد پر کوئی قطعی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ جب ایسی ایک سے زیادہ مثالیں موجود ہیں اور سائنس بھی اس نظرئے کی تائید کرتی ہے کہ مرد اور عورت کے ملاپ کے بغیر بھی شاذ کے طور پر بچہ پیدا ہونا ممکن ہے تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ جناب مسیحؑ ابن مریمؑ بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے اور نہ وہ اس طرح پیدا ہو سکتے تھے۔ قرآن' حدیث اور آثار صحابہ بھی بڑے زور اور تحدی سے اس نظرئیے کی تائید کرتے ہیں کہ جناب مسیحؑ بن باپ

پیدا ہوئے تھے۔

قرآن شریف کی فیصلہ کن آیت

اب ہم اس بحث کو قرآن شریف کی ایک آیت مبارکہ پر ختم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب میں فرماتا ہے کہ :-

ادعوھم لاباء ھم ھو اقسط عند اللہ (آیت نمبر ۵)

(تم انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ راستی کی بات ہے)

اس آیتِ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اسمیت اور نسبت کا ایک اصول بیان فرمایا بلکہ ہمیں حکم دیا ہے کہ جو شخص جس باپ کا بیٹا ہو اسے اسی (باپ) کی طرف منسوب کرو۔ اس فعل کو اللہ تعالیٰ راستی کا طریقہ قرار دیتا ہے۔ یہ بہت غور کا مقام ہے کہ اگر حضرت مسیحؑ کا کوئی دنیاوی باپ ہوتا تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور اس باپ کی طرف منسوب کرتا، ماں کی طرف ہرگز منسوب نہ فرماتا مگر خود اللہ تعالیٰ نے جناب مسیحؑ کو ان کی ماں کی طرف منسوب کیا اور سارے قرآن میں جہاں بھی ان کی نسبت کا ذکر آیا انہیں ماں ہی سے نسبت دی، باپ سے کسی ایک جگہ بھی منسوب نہیں کیا یعنی ہر جگہ عیسیٰ ابن مریم کہا، عیسیٰ ابن یوسف (نجار) کے نام سے کسی ایک مقام پر بھی نہیں پکارا۔ پس ثابت ہوا کہ جناب مسیحؑ کا کوئی دنیاوی باپ نہیں تھا کیونکہ یہ امر اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ وہ خود ایک اصول مقرر فرمائے اور خود ہی اس کی خلاف ورزی کرے۔ ہمیں تو یہ حکم دے کہ تم لوگوں کو ان کے آبا (باپوں) کی طرف منسوب کیا کرو اور خود ایک شخص کو اس کی ماں کی طرف منسوب کر دے۔ اگر حضرت مسیحؑ کا کوئی دنیاوی باپ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق انہیں اس باپ کی طرف ہی منسوب کرتا ماں کی طرف ہرگز منسوب نہ کرتا پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیحؑ کا کوئی دنیاوی باپ نہیں تھا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆